ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

روزنامہ اسلام

582 اتوار 10 شوال 1434ھ مطابق 18 اگست 2013ء

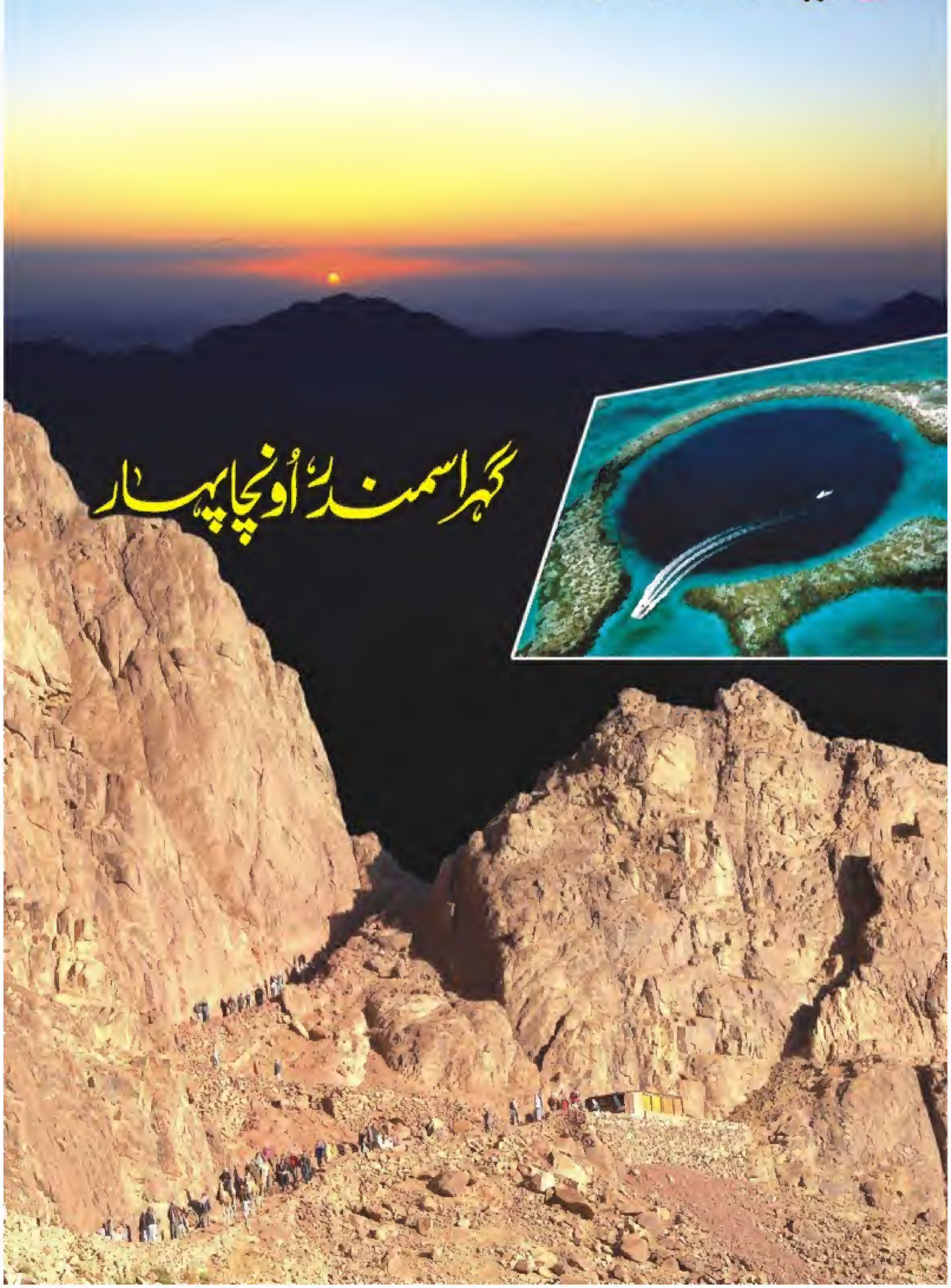

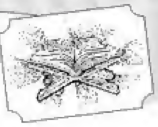

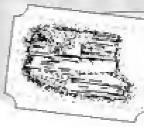

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تباہی ہے

”لہٰذا تباہی ہے، ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی سی آمدنی کمالیں۔ پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی اور تباہی ہے ان پر اس آمدنی کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں۔

(سورہ بقرہ: 79)

وہ شہید ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم کسے شہید گنتے ہو؟“

صحابہ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! جو اللہ کی راہ میں قتل کردیا جائے، وہ شہید ہے۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تب تو میری امت کے شہید کم ہوں گے، اللہ کی راہ میں جو قتل کیا جائے، وہ شہید ہے، اللہ کی راہ میں جو مرجائے، وہ شہید ہے، جو طاعون سے مرے، وہ شہید ہے، جو شخص پیٹ کی بیماری سے مرے، وہ شہید ہے۔“ (مسلم)

دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

بچوں کا اسلام کی ڈاک پڑھ رہا تھا... ایک قاری نے اپنے خط میں پوچھا تھا، آپ کی کتاب آزادی قدم بہ قدم آخر کب چھپے گی... میں نے سوچا، کافی دن ہوگئے ہیں، اس بارے میں مولانا محمد ہاشم عارف صاحب سے نہیں پوچھا... چلو پوچھ لیں، کیونکہ نیکی اور پوچھ پوچھ... مولانا محمد ہاشم عارف صاحب ادارہ ایم آئی ایس کے ڈائریکٹر ہیں اور یہ بات آپ جانتے ہی ہوں گے کہ میرے قدم بہ قدم سلسلے کی اشاعت اس ادارے سے شروع ہوئی تھی... موبائل کا بٹن دبایا تو فوراً ہی ان کی نرم ملائم اور سریلی سی آواز کانوں میں رس گھول گئی، میں نے فوراً پوچھا:

”آزادی قدم بہ قدم کا کیا بنا، کب تک شائع ہو رہی ہے... میری زندگی میں شائع ہوجائے گی۔“

وہ ہنس دیے، کہنے لگے:

”اللہ آپ کی عمر دراز کرے، تیاری زوروشور سے جاری ہے، پہلے حصے کی تیاری مکمل ہوچکی ہے، دوسرے کی تیاری جاری ہے... بس ان شاء اللہ جلد شائع ہوجائے گی۔“

یہ کہنے کے ساتھ ہی انھوں نے بتایا:

”میں کل مصر جارہا ہوں...“ یہ کہنے کے ساتھ ہی انھوں نے بتایا، کوہ طور دیکھنے کا ارادہ ہے، ایک ہفتے تک واپسی ہوگی، پھر بس آزادی قدم بہ قدم پر ہی کام کرنا ہے۔“

میں کوہ طور کا نام سن کر چونک گیا... فوراً پکار اٹھا:

”پھر تو آپ آصف محمود کی اکابر گیلری کے لیے وہاں کا پتھر ضرور لایئے گا، ان کی بڑی خواہش ہے کہ ان کی گیلری میں کوہ طور کا پتھر ہو۔“

”یہ تو آپ نے بہت اچھی بات یاد دلائی... ان شاء اللہ وہاں کا پتھر لاؤں گا۔“

یہ خبر میں نے آصف محمود کو بھی سنادی... بہت خوش ہوئے، اب ہم لگے محترم محمد ہاشم صاحب کا انتظار کرنے... آخر تقریباً ایک ہفتے بعد ان کا فون موصول ہوا، کہہ رہے تھے:

”الحمدللہ! واپس آگیا ہوں اور آپ کے لیے کوہ طور کا پتھر لے آیا ہوں۔“

”بھئی واہ! یہ ہوئی نا مزے کی بات، بس آپ وہ مجھے بھیج دیں۔“

انھوں نے جلد ارسال کرنے کا وعدہ کیا... ساتھ ہی خبر سنائی:

”اور میں نے کوہ طور کا سفرنامہ بھی لکھا، وہ بھی بچوں کا اسلام کے لیے بھیج رہا ہوں۔“

”یہ اور زیادہ بڑی خوش خبری ہے میرے لیے، اب تو دونوں چیزوں کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔“

اور پھر کوہ طور کے پتھر کے ساتھ ان کا سفرنامہ موصول ہوگیا... پتھر کے لیے انھوں نے بہت ہی اہتمام سے ایک خاص ڈبا تیار کرایا تھا... اور ساتھ میں یہ کام کی تحریر لکھ دی تھی...

حجرِ اسود کے علاوہ کسی پتھر کو چومنا، برکت کے حصول کا ذریعہ سمجھنا ثابت نہیں، لہٰذا شرک وبدعت سے پرہیز لازم ہے۔ (وصیت منجانب واقفِ حجر)

اس طرح پتھر بھی مل گیا، وصیت بھی مل گئی اور سفرنامہ بھی، سفرنامہ بہت ہی دلچسپ ہے اور آپ اس شمارے میں اس سے لطف اندوز ہوں گے ان شاء اللہ! اس شمارے کی دو باتیں مولانا محمد ہاشم صاحب کے نام کرتا ہوں اور یہ سطور لکھ دی ہیں، تاکہ سند رہیں، بوقتِ ضرورت کام آئیں!

بچوں کا اسلام کی ادیبہ محترمہ ساجدہ بتول کے والد اور میرے قریبی دوست فاروق احمد (اٹلانٹس پبلی کیشنز) کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ تمام قارئین سے ان کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ شکریہ!

میرے ایک قریبی عزیز کا سوا دو سالہ بچہ گم ہوگیا ہے اس کی بازیابی کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے

والسلام

سالانہ زرِ تعاون اندرونِ ملک: 600 روپے، بیرونِ ملک: 3700 روپے

خط کتابت کا پتہ

”بچوں کا اسلام“ دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983

بچوں کا اسلام انٹرنیٹ پر بھی: www.dailyislam.pk ای میل: bkislam4u@gmail.com

بہرا

”شرافت! شرافت! شرافت!“

میں اسے پکار رہا تھا لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ مجھے غصہ آگیا اور چلا کر بولا۔

”شرافت!“

”جی!“

”جی کے بچے! ادھر آؤ۔“

وہ میرے پاس آکر بولا۔ ”جی بھائی! کیا بات ہے؟“

”بدتمیز! میں کب سے تمہیں پکار رہا ہوں لیکن۔“

”لیکن کیا بھائی؟“

”لیکن تمہارے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔“

”نہیں تو بھائی!“

”کیا نہیں۔“ میں غرایا۔

”بھائی! جیسے ہی آپ نے مجھے پکارا، میں نے آپ کو جواب دیا۔“

”کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟“

”میں نے یہ تو نہیں کہا۔ دراصل میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ جیسے ہی میں نے آپ کی آواز سنی، آپ کی طرف متوجہ ہوگیا۔“

”میں تمہیں کافی دیر سے پکار رہا تھا۔“

”میں نے آپ کی آواز نہیں سنی۔“

”کیوں نہیں سن سکتے تھے، اب یہ بہانہ بنادو کہ تم بہرے ہوگئے ہو۔“

”بھائی! آپ کو تو پتا ہی ہے کہ میں ذرا اونچا سنتا ہوں۔“

”اب یہ بہانے بازی چھوڑو، آیندہ کان کھلے رکھنا، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔“

”جی ہاں۔“ اس نے کہا، تو مجھے یوں لگا جیسے اس نے مجھ پر طنز کیا ہو۔ میں غرایا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”مم! میرا مطلب ہے، میں آیندہ احتیاط کروں گا۔“

”میں جاؤں؟“ اس نے اجازت چاہی، تو میں اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔ وہ حیران ہوا، میں نے کہا: ”تمہاری بدتمیزی پر غصے میں آنے کی وجہ سے میں اصل بات تو بھول ہی گیا تھا جس کے لیے تمہیں بلایا تھا۔ وہ ابن انشاء کی کتاب ”بستی کے اک کوچے میں“ کہاں ہے۔ تم نے تو نہیں اٹھائی؟“

”جی بھائی! میں نے پڑھنے کے لیے اٹھائی تھی۔“

”کم ازکم بتا تو دیتے، میں دو گھنٹوں سے تلاش کر رہا ہوں، جاؤ لے کر آؤ۔“

”جی بھائی! ابھی لے کر آتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

○

دو دن بعد کی بات ہے، میں نے شرافت کو پکارا۔ بار بار پکارا، لیکن اس نے توجہ دینا تو دور کی بات، پلٹ کر دیکھنا تک گوارا نہ کیا۔ پھر جیسے تیسے میں نے اپنے پاس بلایا اور کہا: ”میں نے تم سے کہہ رکھا تھا کہ مجھے آیندہ شکایت کا موقع نہ دینا، لیکن تم نے پھر بے احتیاطی کی؟“

یہ سن کر وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

”بھائی! اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں، آپ کو تو پتا ہی ہے۔“

”مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ تم بہرے ہو۔“

”پھر کیا بتاؤں؟“ وہ جھلا کر بولا، تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور میں نے آگے بڑھ کر پانچ تھپڑ اس کے گالوں پر جڑ دیے۔ اس کے دونوں گال ٹماٹر کی طرح لال ہوگئے اور بے بسی سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

”دفع ہو جاؤ میری نظروں سے۔“ میں نے کہا، تو وہ بوجھل قدموں سے وہاں سے چل دیا۔

○

”شفقت!“ ابو نے مجھے پکارا، تو میں نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ دروازے پر کھڑے تھے۔

”آیئے! آیئے ابو! دروازے پر کیوں کھڑے ہیں؟ السلام علیکم!“ میں نے جلدی سے اٹھ کر سلام کیا۔

”وعلیکم السلام!“ کہتے ہوئے ابو اندر آگئے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے، پھر بولے۔

”شفقت! تم سے ایک بات کہنے آیا ہوں۔ آج تم نے شرافت کو بے وجہ مارا ہے۔“

”بے وجہ، تو نہیں مارا۔“ میں نے پس و پیش کرتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کس وجہ سے مارا ہے؟“

نام نہ پتا

”ابو! میں اسے بار بار پکارتا ہوں اور وہ سنی ان سنی کر دیتا ہے۔ آج مجھے اس پر غصہ آگیا، تو میں نے اسے ’نصیحت‘ کر دی۔“

”بیٹا! تم جانتے ہو کہ وہ بہرا ہے؟“

”ابو! وہ صرف بہانہ کرتا ہے۔“

”نہیں بیٹا! میڈیکل رپورٹ بھی یہی کہتی ہے۔“

”سوری ابو!“ میں نے شرمندگی سے کہا۔

”بیٹا! سوری تو شرافت سے ہی کرنا۔ اب یہ بتاؤ کہ جو آواز سن کر بھی جواب نہ دے، وہ اصل بہرا ہوتا ہے یا وہ جو سن نہ سکے؟“

”جو جان بوجھ کر نظر انداز کر دے، وہ اصل بہرا ہے اور اس پر غصہ بھی زیادہ آتا ہے۔“

”تو پھر بیٹا! اصل بہرے تم ہو۔“

”میں بہرا ہوں، وہ کیسے؟“ میں ابو کی بات پر اچھل پڑا۔

”تمہیں ہر روز بار بار آواز دی جاتی ہے، لیکن تم سنی ان سنی کر دیتے ہو اور جواب دینا تک گوارا نہیں کرتے۔“

”میں کچھ سمجھا نہیں ابو! کیا مجھ سے کوئی گستاخی ہوئی ہے؟“ میں نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”تم دن میں پانچ مرتبہ اذان کی آواز سنتے ہو؟“

”جی سنتا ہوں۔“

”اگر سنتے ہو، تو کیا اس آواز پر لبیک کہنا فرض ہے کہ نہیں؟! اگر جواب نہ دو گے تو بہرا پن کہیں، غفلت کہیں یا خودسری؟ اور جس رب کی طرف سے وہ پکار، وہ منادی کرائی جاتی ہے، توجہ نہ دینے پر اسے غصہ آئے گا یا نہیں؟“

میں ان دنوں واقعی نماز سے غفلت برت رہا تھا۔ شرمندہ ہو کر میں نے سر جھکا لیا اور ابو سے وعدہ کیا کہ میں آیندہ بہرا پن چھوڑ دوں گا۔

صبر کا پھل

ذائقہ محنتوں کا پھیکا ہے
صبر کا پھل بہت ہی میٹھا ہے

کرنا ہر حال میں بڑوں کا ادب
ہم نے اپنے بڑوں سے سیکھا ہے

ان کے سینوں میں دل نہیں شاید
جن کی جیبوں میں آج پیسا ہے

چاہتا ہے وہ دل سے ہر اک کو
جب ہی ہر اک کا وہ چہیتا ہے

صرف خوشیاں نہیں مقدر میں
غم بھی اس زندگی کا حصہ ہے

لے کے خدمت مزہ نہیں آتا
کر کے خدمت سرور ملتا ہے

آج ہی کر لو توبۂ صادق
کل نہ معلوم کون جیتا ہے

غم تو کھاتا ہے دوسروں کا اثر
غصہ آئے تو اس کو پیتا ہے

اثر جونپوری

واقعاتِ صحابہؓ

72

عبداللہ فارانی

حضرت غرفہ بن حارث کندی نے ایک دن سنا کہ ایک نصرانی حضور ﷺ کو برا بھلا کہہ رہا ہے، یہ آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے والے تھے، غصے میں آگئے۔ انھوں نے اسے اتنا مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔

نصرانی اسے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے لے گئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم ان سے امن کا معاہدہ کر چکے ہیں۔''

یعنی امن کا معاہدہ کرنے کے بعد ہم انھیں کس طرح مار پیٹ سکتے ہیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اللہ کی پناہ! یہ لوگ حضور ﷺ کو برا بھلا کہیں اور ہم ان سے کیے گئے معاہدے کا پاس کریں، ہم نے تو ان سے ان شرائط پر معاہدہ کیا ہے کہ ہم ان کے عبادت خانوں کو کچھ نہیں کہیں گے، یہ اپنے عبادت خانوں میں جو چاہیں، کریں، کہیں اور ہم ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہیں ڈالیں گے اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا، تو ہم ان کی طرف سے لڑیں گے اور ان کے کاموں میں ہم کوئی دخل نہیں دیں گے۔ ہاں اگر یہ ہم سے کسی بات کا فیصلہ کروانا چاہیں تو ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اگر یہ اپنے معاملات کے بارے میں ہم سے الگ تھلگ رہیں گے تو ہم انھیں کچھ نہیں کہیں گے۔''

ان کی بات سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔''

قدم بہ قدم

یعنی تم نے جو کیا ٹھیک کیا، اسے سزا ہی دینی چاہیے تھی۔

O

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو نخلہ کے مقام پر بھیجا۔ آپ نے ان سے فرمایا:

''تم وہاں جاؤ اور قریش کے بارے میں کچھ خبر لے کر آؤ۔''

آپ نے انھیں صرف خبر لانے کا حکم دیا تھا... لڑنے کا نہیں ... یہ واقعہ ان مہینوں کا ہے جن میں کافر لڑتے نہیں تھے ... یعنی کچھ مہینے انھوں نے حرام قرار دیے ہوئے تھے ... انھیں روانہ کرتے وقت آپ نے انھیں یہ نہیں بتایا تھا کہ انھیں کہاں جانا ہے، البتہ انھیں ایک خط دیا تھا اور سفر کی سمت بتائی تھی ... ساتھ میں یہ فرمایا تھا:

''تم اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ ... جب چلتے چلتے دو دن ہو جائیں تو یہ خط کھول کر دیکھ لینا اور اس میں جو ہدایت دی گئی ہے، اس پر عمل کرنا ... خط پڑھنے کے بعد اپنے کسی ساتھی کو ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا۔''

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ دو دن تک چلتے رہے۔ اس کے بعد انھوں نے آپ ﷺ کے خط کو کھولا اور اسے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا:

''یہاں سے چل کر مقامِ نخلہ تک پہنچو ... اور قریش کے بارے میں جو خبریں مل سکیں، وہ لے کر ہمارے پاس آؤ۔''

خط پڑھ کر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''میں تو اللہ کے رسول کی بات سنوں گا بھی اور مانوں گا بھی، تم میں سے جسے شہادت کا شوق ہو، وہ میرے ساتھ چلے، میں تو وہاں جا رہا ہوں۔ حضور کے حکم کو پورا کروں گا اور جسے شوق نہ ہو، وہ واپس چلا جائے، کیونکہ حضور ﷺ نے مجبور کر کے ساتھ لے جانے سے منع فرمایا ہے۔''

یہ سن کر کسی ایک صحابی نے بھی واپس لوٹ جانے کی بات نہیں کی، سب کے سب ان کے ساتھ نخلہ کی طرف روانہ ہوئے جب یہ لوگ نجران پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا اونٹ گم ہو گیا۔ اس پر یہ دونوں باری باری سوار ہوتے تھے۔ یہ حضرت اونٹ تلاش کرنے کے لیے پیچھے رہ گئے۔ باقی لوگ چلتے ہوئے نخلہ پہنچ گئے۔

ایسے میں چار کافر عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ اور مغیرہ بن عبداللہ، ان کے پاس سے گزرے۔ ان کے ساتھ ان کا تجارتی سامان تھا۔ یہ تجارت کا سامان طائف سے لائے تھے۔ کفار نے جب انھیں دیکھا تو ان میں حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سر منڈا ہوا تھا۔ اس سے انھوں نے خیال کیا کہ یہ لوگ عمرہ کر کے آرہے ہیں، اس لیے ان سے انھیں کوئی خطرہ نہیں، یعنی یہ لڑنے کے ارادے سے

نہیں آئے۔

اور وہ رجب کے مہینے کا آخری دن تھا... اور رجب حرمت کے چار مہینوں میں شامل ہے... یعنی ان مہینوں میں عرب کے کفار آپس میں لڑتے نہیں تھے... ان مہینوں کا احترام کرتے تھے... اس لیے حضور ﷺ کے صحابہ نے ان کفار کے بارے میں آپس میں مشورہ کیا، اگر ہم ان کافروں کو قتل کریں گے تو حرمت کے مہینے میں قتل کریں گے اور ایسا کرنا تمام عرب کے دستور کے خلاف ہوگا اور اگر انھیں آج چھوڑ دیا گیا تو یہ آج حرم میں داخل ہو کر محفوظ ہو جائیں گے... کیونکہ حرم کی حدود میں کسی کو قتل کرنا جائز نہیں...

اس مشورے کے بعد صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کر لیا کہ انھیں آج ہی قتل کر دیا جائے... چنانچہ حضرت واقد بن عبداللہ نے عمرو بن حضرمی کو تیر مار کر ہلاک کر دیا... عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا... مغیرہ بھاگ نکلا... ان لوگوں کے تجارتی سامان پر بھی قبضہ کر لیا گیا... اب ان دو قیدیوں اور تجارتی سامان کو لے کر یہ حضرات حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنا دیا... آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں نے تمھیں حرمت کے مہینے میں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے دونوں قیدیوں اور اس تجارتی سامان کو روک دیا... اس میں سے کوئی چیز نہ لی... حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر ان حضرات کو بہت شرمندگی ہوئی... وہ خیال کرنے لگے کہ ہم تو ہلاک ہو گئے... مسلمان بھائیوں نے بھی انھیں سخت سست کہا:

اور جب قریش کو اس واقعے کی خبر ملی تو انھوں نے کہا:

"محمد (ﷺ) نے حرمت کے مہینے میں خون بہایا، ہمارے مال پر قبضہ کیا اور ہمارے آدمیوں کو قید کیا، حرمت کے مہینے کی بے حرمتی کی ہے، حرمت کے مہینوں کو عام مہینے کی طرح بنا دیا ہے۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"لوگ آپ سے شہرِ حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ اس میں خاص طور پر (یعنی ارادۃً) قتال کرنا جرمِ عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنا اور مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) کے ساتھ اور جو لوگ مسجدِ حرام کے اہل تھے، ان کو اس سے خارج کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جرمِ عظیم ہے اور فتنہ پردازی کرنا اس قتلِ خاص سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔" (سورہ بقرہ:217)

یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے تجارتی سامان تو رکھ لیا، لیکن قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

اب نخلہ جانے والے صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو امید ہے کہ ہمیں اس غزوہ پر ثواب ملے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

ترجمہ: حقیقت میں جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے ترکِ وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو، ایسے لوگ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس غلطی کو معاف کر دیں گے اور تم پر رحمت کریں گے۔"

اس غزوہ میں جانے والے آٹھ صحابہ تھے ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔

ام حبیبہ۔ لاہور

یوں رنگِ زندگی بدلا

وہ گزرتے ہوئے دن اور گزرتی ہوئی راتیں، وہ فضول مشاغل اور کھیلیں جن میں مجھے دن رات گزرنے کا علم ہی نہ ہوتا۔ وہ پینٹ شرٹ پہن کر باہر پھرنا، گانے سننا، فلمیں دیکھنا، سڑکوں پر ریس لگانا اور بھی ایسے ہزاروں کام جو میرے لیے بہت اہمیت کے حامل تھے۔ اپنے گھر میں کیبل نہیں تھی، بلکہ صرف ٹی۔ وی تھا تو اپنی سہیلیوں کے گھر جا کر کیبل پر فلمیں دیکھنا، اور شادی پر جانا، مووی بنانے والے سے لڑنا کہ میری مووی زیادہ بنانا، غرض ہر شیطانی کام میں ہم سرِ فہرست ہوتے۔ گھر تو گھر سارے محلے کا ناک میں دم کیا ہوتا۔ کسی کے بچے کو مار پیٹ کے بھاگ جانا یا پھر کسی گھر کی گھنٹی بجا کر بھاگ جانا۔ یہ سب تو رہا گھر اور محلے میں اور رہی بات سکول کی تو وہاں بھی اپنا فن دکھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔ اپنی ٹیچرز کے ساتھ بدتمیزی کرنا اور ان کی غیر موجودگی میں ان کی نقل اتارنا، ان کی طرح پڑھانے کی کوشش کرنا اور جب کوئی ٹیچر کوئی کھانے والی چیز منگواتی تو اپنا حصہ خود ہی نکال کر کھا جانا اور گھر میں بہن بھائیوں کے ساتھ رویہ تو ناقابلِ بیان ہے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ شیطان ہمیں مکمل گرفت میں لے چکا تھا۔ ہر برائی میں آگے، ہر فن مولا سمجھے جاتے تھے۔ زندگی بڑی خوش باش گزر رہی تھی اور زندگی اپنے سفر پر رواں دواں تھی۔ یہ ہمارے میٹرک کے دن تھے اور ہم نے عمر کے 16 سال ان کاموں میں گزار دیے۔ نماز پڑھی، نہ پڑھی کوئی توجہ نہیں تھی، چونکہ گھر میں دینی ماحول نہیں تھا، اس وجہ سے کوئی خاص پوچھ گچھ نہیں تھی۔ پھر اچانک ہماری زندگی کے اس عظیم سمندر میں طوفانِ رحمت آیا اور مقدس لہریں آئیں۔ اس وقت ہم میٹرک سے فارغ گھر میں چھٹیاں گزار رہے تھے۔ ہمارے رب نے ہم پر رحم فرمایا اور نظرِ رحمت فرمائی۔ ہوا کچھ یوں کہ ہماری بڑی باجی کی ایک سہیلی مدرسے میں پڑھتی تھیں۔ اس طالبہ نے ہمیں مدرسے کا پمفلٹ دیا کہ سہ ماہی کورس میں داخلہ لے لوں۔ فارغ تھے، سو راضی ہو گئے۔ جمعۃ المبارک کے دن ہمیں پیارے رب کی طرف سے یہ دعوت نامہ ملا، چونکہ رب کو ہدایت دینی تھی، اس لیے فوراً راضی ہو گئی۔ بس جی! اب ہم مدرسے پہنچ گئے۔ وہاں معلمات کا رہن سہن اور بول چال دل کو بھا گیا۔ دل میں سکون محسوس ہونے لگا۔ شروع شروع میں مدرسے سے نکلتے وقت نقاب کرنا اور راستے میں اتار دینا۔ بس یوں ہی کرتے کرتے 3 ماہ کا عرصہ بیت گیا۔ پھر مدرسے میں ایک عظیم ہستی جو میری باجی جان عمارہ ہیں، انھوں نے عالمہ کے کورس کی دعوت دی۔ سو قبول کر لی اور میں نے اس میں داخلہ لے لیا اور بھی کئی باجیوں نے اصرار کیا۔ سو ہماری نئی تعلیم کا آغاز ہوا۔ بہت مزہ آنے لگا۔ اس عظیم باجی عمارہ نے ہماری قدم قدم پر رہنمائی کی۔ اللہ ان کی نسبت کو سلامت رکھے اور دنیا و آخرت میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ دھیرے دھیرے دو سال گزر گئے، چونکہ گھر میں صرف دنیاوی تعلیم کا رواج تھا، اس لیے ہمیں مجبور کیا گیا کہ ایف۔ اے شروع کروں۔ اللہ کے رحم و کرم سے ہم نے وہ بھی شروع کیا۔ مدرسے کا بھی پڑھا۔ ادھر عالمہ سے فارغ ہوئے، اُدھر ایف۔ اے پاس کیا۔ ہم عالمہ بن گئے اور اب بعض اوقات والد صاحب سوچتے ہیں کہ یہ کب مدرسے چلی گئی؟ کچھ علم نہ ہوا کہ یہ سب کیسے ہو گیا؟ اور اب میں مکمل عالمہ بن چکی ہوں۔ دعا کریں کہ باعمل بھی بن جاؤں۔ اب پردہ کرتی ہوں اور کسی کے گھر کی گھنٹی بھی نہیں بجاتی۔ تمام نمازیں پڑھتی ہوں الحمدللہ! اللہ پاک سے دعا ہے کہ تہجد کی نعمت میں مستقل مزاجی عطا فرما دیں اور میرے اہلِ خانہ کو بھی اور خصوصی والد صاحب کو بھی ہدایت نصیب فرما دیں، کیونکہ انھیں مولویوں سے اتنا خاص لگاؤ نہیں ہے۔ خاص کیا عام بھی نہیں ہے اور محترم قارئین اب میں B.A میں ہوں، آپ سے درخواست ہے کہ میرے لیے B.A میں کامیابی کی دعا کیجیے گا اور دنیا و آخرت میں بھی کامیابی کی دعا کیجیے گا کہ اللہ دنیا و آخرت میں اچھے نمبروں سے کامیاب فرما دیں۔ دین پر کاربند بننے کی دعا بھی کر دیجیے گا۔

میں تھی کیا مجھے کیا بنا دیا ۔۔۔ مجھے عشقِ احمد جو عطا کیا

11

خاموش ہتھیار

اشتیاق احمد

اُن کی آواز میں نہ جانے کیا تھا...
ایک سیکنڈ بھی انھوں نے لیٹنے میں نہ لگایا...
تڑ سے گرے اور لڑھکتے چلے گئے...
ساتھ ہی تڑاتڑ کی آواز گونج اُٹھی...
گولیوں کا پورا برسٹ مارا گیا تھا...

اور پھر کار نظروں سے دور ہوتی چلی گئی... یہاں تک کہ اوجھل ہوگئی... وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اُٹھے... جیپ کے ٹائر بال بال بچے تھے...

''وہ... وہ ہیرے۔'' فاروق ہکلایا۔

''ہیرے محفوظ ہیں... میں نے گرتے وقت مٹھی بھینچ لی تھی۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

اب انھوں نے پھر پتھر کی تلاش میں نظریں دوڑائیں...

''بھئی ذرا دھیان رکھنا... وہ کار پھر آسکتی ہے... اگر آتی نظر آئے تو دور سے ہی اس پر گولیاں برسانا شروع کردینا۔'' وہ بولے۔

''جی بہتر... اب وہ بچ کر نہیں نکل سکے گی۔'' محمود نے کہا، ساتھ ہی اس نے اپنے والد کی جیب سے پستول نکال لیا۔ ادھر خان رحمان نے بھی پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا:

''وہ رہا پتھر۔'' فاروق چہکا:

''اور وہ رہی کار... وہ پھر آرہی ہے۔'' محمود چلایا۔

''پتھر اور کار... بھئی واہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔'' فاروق بولا۔

''دھت تیرے کی... تمھیں ایسے میں ناولوں کے نام کی سوجھ رہی ہے... اور ادھر ہم پر گولیوں کی بارش ہونے والی ہے۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''اللہ مالک ہے۔'' فاروق بولا۔

''ہمیں جیپ کو بھی بچانا ہے... اگر انھوں نے جیپ کو بے کار کردیا تو ہمارا بہت وقت ضائع ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید چلائے۔

انھوں نے جلدی جلدی درختوں کی اوٹ لے لی، پھر جوں ہی کار زد میں آئی، انھوں نے فائرنگ شروع کردی... اچانک کار کے دونوں اگلے ٹائر پھٹ گئے... اور وہ اُلٹ گئی... ساتھ ہی انھوں نے ایک چیخ کی آواز سنی... کوئی شخص کار کا دروازہ کھول کر باہر آگرا اور ساکت ہوگیا:

''خبردار... اس کے نزدیک نہ جانا... میں دیکھتا ہوں۔'' انسپکٹر جمشید بولے اور رینگتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچ گئے... چند سیکنڈ تک اس کا جائزہ لیتے رہے... آخر انھیں یقین ہوگیا کہ وہ بے ہوش ہوچکا ہے... اب انھوں نے کار کا جائزہ لیا، کار میں اور کوئی نہیں تھا...

''آجاؤ بھئی... یہ بے ہوش ہے۔''

یہ کہ کر وہ اس کے نزدیک ہوگئے... اس کے سر سے خون تیزی سے بہ رہا تھا... چوٹ سر کے پچھلے حصے میں آئی تھی:

''اب ہم کیا کریں؟''

''ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے... ہمیں آگے بڑھنا ہے، لیکن اس سے پہلے ان ہیروں کو توڑ کر دیکھیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

''یہ کام ہم بعد میں کیوں نہ کرلیں جمشید۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''نہیں... ہمیں معلوم ہونا چاہیے... یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔''

فاروق پتھر اُٹھا لایا... انھوں نے سڑک کے کنارے بیٹھ کر ہیروں پر پتھر برسانا شروع کیا... وہ کانچ کے معمولی ٹکڑوں کی طرح آسانی سے ٹوٹ گئے... ان چاروں میں تہ کیے ہوئے کاغذ موجود تھے... بہت باریک کاغذ... جب ان کی تہوں کو کھولا گیا تو وہ بہت بڑے سائز کے کاغذ نکلے اور ان چاروں پر انگریزی کے باریک حروف میں لمبی چوڑی تحریریں لکھی ہوئی تھیں... انسپکٹر جمشید جیپ میں آبیٹھے... اور جیپ کی لائٹ میں انھیں پڑھنا شروع کیا... خان رحمان اب جیپ چلا رہے تھے... ان کی آنکھوں میں حیرت اور خوف کے دیے جلتے چلے گئے... یہاں تک کہ انھوں نے ایک کاغذ کی تحریر مکمل پڑھ لی... پھر انھوں نے اسے تہ کیا اور باقی تین کاغذوں کے ساتھ جیب میں رکھ لیا:

''کیوں ابا جان... باقی تین نہیں پڑھیں گے۔''

''نہیں... اندازہ ہوگیا ہے... سازش کیا ہے۔''

''اوہ... اور آپ ہمیں نہیں بتائیں گے۔''

''اب بتانے کا وقت نہیں رہا... ہم پہاڑوں تک پہنچنے والے ہیں... ویسے اب مجھے یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ ہماری لائبریری کو کیوں جلایا گیا ہے۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''آپ ہماری بے چینی میں اضافہ کررہے ہیں۔'' محمود بولا۔

''اور میں کر ہی کیا سکتا ہوں... ایک منٹ بعد ہمیں جیپ سے اُترنا ہوگا اور پہاڑیوں پر چڑھنا ہوگا... اور یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا، کیوں کہ پہاڑیوں پر دشمنوں کا قبضہ ہے۔''

''بہت اچھا... پہلے ہم دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرلیں۔'' فاروق بولا۔

''خان رحمان... شاید آج تم اس مہم میں اسی لیے ساتھ ہوگئے ہو... کہ تمھاری ضرورت بھی تھی۔''

اسلامی مقدس مقامات کا **خوبصورت البم**

کوہ طور اور اس کے آس پاس دیگر مقدس مقامات کی تصاویر، کوہ طور کا zig zag راستہ اور سیڑھیوں کی تصاویر،

اہرام مصر کے مناظر، **فرعون** کی لاش،

جنت کا دریا دریائے نیل اور اس کے علاوہ

سعودی عرب (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اردن، شام، مصر، عراق اور ایران میں موجود مقدس مقامات کی تصاویر کے لیے دیکھیں کتاب

فل سائز، خوبصورت، واضح اور بڑی 680 تصاویر، بہترین کاغذ، اعلیٰ چھپائی

قیمت: 1300

نقوش تاریخ اسلامی

ملنے کے پتے:

ملتان،	0300-7301239	فیصل آباد،	0321-7693142
راولپنڈی،	0321-5123698	ساہیوال،	0321-6950003
پشاور،	0314-9696344	کوئٹہ،	0321-8045069
بہاولپور،	0333-6367755	رحیم یار خان،	0321-2647131
اٹک	0302-5475447	بورے والا،	0301-8145854
لاہور	0321-4538727	سرگودھا،	0321-6018171

ناشر: ایم آئی ایس فاؤنڈیشن

523 C Adamjee Nagar, Old Dohraji, Karachi, Pakistan
Ph: +92-21-34931044 , 34944448 , Cell: +92-321-2220104

"چلو اچھا ہی ہے۔" وہ مسکرائے۔

اور پھر عین اسی جگہ پر پہنچ کر انھوں نے جیپ چھوڑ دی ... جہاں انسپکٹر جمشید پر ایک افریقی نے حملہ کیا تھا... ان کے پاس صرف دو پستول تھے ... انھیں وڑا ڑ تک پہنچنا تھا اور راستے میں بیس سے زائد دشمنوں کی طرف سے گولیاں برسائے جانے کا اندیشہ تھا... اس کے باوجود ان کے چہروں پر ایک شکن تک نہیں تھی، تاہم وہ پوری طرح ہوشیار اور محتاط تھے ...

اچانک اوپر کی طرف سے ایک فائر ہوا... اور ان کے سروں پر سے گزر گیا... یہ گویا جنگ کی ابتدا تھی ...

O

"جمشید! گولی ہمارے سروں پر سے گزری ہے ... گویا انھیں اندازہ ہے کہ ہم اس جگہ موجود ہیں ... آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں سمت میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرنا ہوگی ... ورنہ ہم مار کھا جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے خان رحمان! اس چھوٹی سی فوج کی کمان اب تمہارے ہاتھ میں ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"چھوٹی سی بھی اور نہتی بھی ... یا پھر یوں کہ لیں کہ نصف نہتی فوج ... کیوں چار آدمیوں کے پاس صرف دو پستول ہیں۔" فاروق منمنایا۔

"مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی، تم یہ کیوں بھولتے ہو۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"اگر یہ بات میں نے بھلا دی ہوتی تو اس وقت تمہارے ساتھ آگے نہ بڑھ رہا ہوتا۔" فاروق فوراً بولا۔

"اچھا خاموش ... پہلے اپنے انکل کی ہدایات سن لو۔"

"ہدایات ... لیکن جمشید ... میں ہدایات کب دے رہا ہوں۔" خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

"ارے! تو کیا بغیر ہدایات کے فوج کو آگے لے چلو گے۔" ان کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"اوہ ... تو اس کا مطلب ہے ... مجھے ہدایات دینا ہوں گی۔" وہ بڑبڑائے۔

اسی وقت اُوپر سے ایک ساتھ کئی فائر ہوئے:

"اب یہ ہمیں ڈرا رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اب ان بے چاروں کو کیا معلوم کہ ڈرنے والے اے آسمان نہیں ہم۔" فاروق گنگنایا۔

"یار خان رحمان ... اس طرح تو یہ فوج آگے بڑھ چکی ... آن کی آن میں ہدایات دو، سمت بدلو اور آگے بڑھنا شروع کرو، ورنہ ان کی باتیں تمہارے پیروں کی زنجیر بن جائیں گی اور تمہاری کمانڈری دھری کی دھری رہ جائے گی۔"

"شش ... شاید تم ٹھیک کہ رہے ہو جمشید ... یہ بات میں بھی محسوس کر چکا ہوں۔" خان رحمان بولے۔

"شاید نہیں بھئی ... میں یقیناً کہ رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھا تو بھئی ... ذرا جلدی جلدی میری ہدایات سن لو۔" خان رحمان نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ فاروق بول اُٹھا:

"جلدی جلدی تو ہم جب سنیں گے نا جب آپ جلدی جلدی بیان کریں گے۔"

"تم پھر بولے۔" انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"سنو بھئی۔" خان رحمان کی آواز رازدارانہ ہو گئی اور پھر وہ سرگوشی کرنے لگے ... یہاں تک کہ ہدایات ختم ہو گئیں ... اب انھوں نے رخ بدلا اور آگے بڑھنے لگے ... انھوں نے گولی چلانے کی کوشش نہیں کی تھی ... گولی چلانے کا فائدہ بھی تو نہیں تھا... دشمن نظر تو آ نہیں رہے تھے ...

پانچ منٹ تک وہ آگے بڑھتے رہے ... دوسری طرف سے بھی کوئی فائر نہ ہوا:

"شاید یار لوگ سو گئے ہیں۔" فاروق بولا۔

جوں ہی اس کا جملہ ختم ہوا ... ایک گولی اس کے سر پر سے گزر گئی ... (جاری ہے)

مسکراہٹ کے پھول

☆ فیکٹری کا مالک: تمہاری تعلیم کتنی ہے۔

امیدوار: جی پی پی ایم ایف۔

مالک: یہ کون سی ڈگری ہے۔

امیدوار: پرائمری پاس مڈل فیل۔ (حافظ محمد ندیم سیال۔ مخدوم پور)

☆ استاد: اگر میں دو امرودوں کو دس ٹکڑوں میں، چار کیلوں کو پندرہ ٹکڑوں میں اور دو سیبوں کو بارہ ٹکڑوں میں کاٹ دوں تو کیا حاصل ہوگا۔

شاگرد: جناب! پھلوں کی چاٹ۔

☆ استاد: دنیا میں کوئی چھوٹا بڑا نہیں، سب برابر ہیں۔

شاگرد: کیا آپ بھی؟

استاد: ہاں! میں بھی۔

شاگرد: تو پھر آپ ہمارے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلا کریں۔

☆ ایک دوست: اپنے بچپن کا کوئی دردناک وقت بتاؤ۔

دوسرا دوست: جب امی کہتی تھیں کہ مہمانوں نے تمہیں جو پیسے دیے ہیں، وہ مجھے دو۔ (مقصود الٰہی۔ سوکڑ تونسہ)

☆ ایک شخص: سنا ہے، آپ کے بیٹے کو پڑھنے کا بہت شوق ہے۔

دوسرا شخص: ہاں! ہر کلاس میں دو دو سال لگا رہا ہے۔ (محمد عمار شاہد۔ ہارون آباد)

☆ منیجر: تم سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ میرے پاس کوئی جگہ نہیں ہے۔ دن میں سو آدمی آتے ہیں نوکری کی تلاش میں۔ میں تو انھیں جواب دیتے دیتے تھک جاتا ہوں۔

امیدوار: تو آپ مجھے اس کام پر ملازم رکھ لیں۔ (رانا عمیر ریاست۔ چک موسیٰ)

☆ استاد: وہ کون سا کام ہے جو ایک چڑیا کر سکتی ہے، میں نہیں کر سکتا۔

شاگرد: جناب! آپ چڑیا کے گھونسلے میں نہیں بیٹھ سکتے۔

(حافظ محمد عثمان۔ ملیانی)

حجازی کُتب کی جانب سے اب کتاب کا حصول آسان!

دینی درسی اور اصلاحی کُتب
اپنے گھر ہی پر حاصل کریں

فوری رابطہ کریں یا ویب سائٹ پر آرڈر بک کروائیں
Cell:0092 321 2204990
Email: info@hijazikutub.com
Web: www.hijazikutub.com

گہرا سمندر، اُونچا پہاڑ

"آگے سمندر گہرا ہے۔ میں تو نہیں آرہا۔" میں نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"ارے کچھ نہیں ہوتا! لائف جیکٹ پہنی ہوئی ہے نا! نہیں ڈوبو گے۔"

عمر نے ہمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو! میں کتنے آرام سے پانی میں کھڑا ہوں۔"

"اچھا! کوشش کرتا ہوں!" یہ کہہ کر میں نے ماسک منہ پر لگایا اور آہستہ آہستہ پانی میں آگے بڑھنے لگا۔

سمندر میں موجود پہاڑی یک دم ہی گہرائی میں اترتی چلی جارہی تھی۔ جیسے ہی میں نے سمندر کی گہرائی میں دیکھا تو مبہوت ہو کر رہ گیا۔ ایسا حسین نظارہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اللہ کی تخلیق کا نمونہ اپنے پورے حسن و جمال اور رعنائیوں کے ساتھ میرے سامنے تھا۔ سمندر کی تہہ میں موجود پودوں اور پانی میں سکون کے ساتھ تیرتی مچھلیوں میں کوئی ایسا رنگ نہ ہوگا جو ان میں موجود نہ ہو، ہر قسم کی چھوٹی بڑی مچھلیاں پانی میں تیرتی بہت ہی بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔

ان کا نظارہ کرتے ہوئے جب مجھے احساس ہوا کہ سمندر کی تہہ کتنی گہری ہے تو فوراً ہی سطح پر آگ اپنا منہ باہر کی طرف نکال لیا۔ عمر مسکراتا نظر آیا اور پھر اس نے پوچھا۔ "کیسا لگا۔"

"زبردست! اتنا حسین سمندر اور اتنی خوب صورت مچھلیاں اور شیشے کی طرح صاف پانی تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، لیکن گہرائی بہت ہے۔"

"ڈرو گے نہیں تو زیادہ لطف اندوز ہوگے۔" عمر نے سمندر میں تیرتے ہوئے جواب دیا۔

اس دوران میں تیرتے ہوئے ساحل پر موجود پہاڑی تک پہنچ چکا تھا۔ کچھ دیر اپنی پھولتی ہوئی سانسوں کو درست کیا اور پھر سمندر میں کود گیا۔ پہلی بار کے بعد ڈر کافی کم ہو گیا تھا اور رفتہ رفتہ بالکل ہی غائب ہو گیا اور میں سمندر کے مختلف گوشوں کا بھرپور معائنہ کرنے لگا۔

ہم اسلامی تاریخی اور مقدس مقامات کی تلاش اور تحقیق کے سلسلے میں سعودی عرب، شام، اردن، ازبکستان، سری لنکا کے بعد مصر کے دورے پر تھے۔ اس سفر میں میرے ساتھ میرے چچازاد عمر اکرم تھے۔ ان کی رہنمائی میں یہ سفر طے ہو رہا تھا۔ دو دن قاہرہ میں گزارے گئے۔ وہاں ہم نے جنت کے دریا دریائے نیل، اہرامِ مصر، مصری میوزیم میں موجود فرعون کی لاش، صحابہ کرام کے مقامات، امام شافعی رحمہ اللہ، ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کے مزارات کی زیارت کی، اس کے بعد بحرِ احمر کے ساحلی شہر "دھاب" میں پہنچے تھے۔ یہاں ہمارا تین دن قیام تھا۔ پہلے دن کی سیر کے طور پر ہم آج یہاں "راس محمد" کے ساحل پر موجود تھے۔ ایک خوب صورت ساحلی مقام کے علاوہ، بعض تاریخی روایات کے مطابق یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا تفصیلی واقعہ سورۃ الکہف میں موجود ہے۔ بحرِ احمر دو حصوں یعنی خلیج عقبہ اور خلیج سویز میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ سمندر کا نظارہ اور یہاں کی تصاویر اور ویڈیوز لینے اور بحرِ احمر کی لذیذ مچھلی کھانے کے بعد دوبارہ اپنے ہوٹل بش بشی ویلج Bish Bishi Village پہنچے۔ اگلا دن بلیو ہول (Blue Hole) پر گزارنے کے بعد رات گیارہ بجے جبلِ طور کے لیے روانہ ہونا تھا۔ جبلِ طور جسے طورِ سینا بھی کہا جاتا ہے، مصر کے سفر کا سب سے اہم مقام ہے۔ جبلِ طور دنیا کا وہ واحد مقام ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی فرمائی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہیں اپنی عبادت کیا کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کا شرف بھی یہیں حاصل ہوا تھا۔ یہ وہ متبرک مقام ہے کہ معراج کے سفر کے دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے پر ہمارے پیارے رسول ﷺ نے یہاں دو رکعت نفل ادا فرمائے تھے۔ اسی پہاڑ کو بنی اسرائیل کے اوپر معلق کیا گیا تھا۔

بلیو ہول Blue Hole سے واپسی تقریباً دو بجے ہوئی۔ مختصر کھانے کے بعد آرام کیا، کیونکہ پھر ساری رات جاگ کر گزارنی تھی۔ عشاء کی نماز قریبی مسجد میں ادا کرنے کے بعد سامان تیار کیا، کیمرے کی بیٹریاں چیک کیں، ہم کو بیگ میں ڈالا اور دو بوتلیں پانی کی رکھیں۔ ایک خالی بوتل کیمرے کے بیگ کے ساتھ لٹکائی، تاکہ پہاڑ پر چڑھنے سے پہلے اس میں پانی بھر لیا جائے۔ اوپر وضو بھی کرنا تھا۔

"یہ دو بوتلیں کافی ہیں۔ تیسری نہ لو۔" عمر نے کہا۔

بات مانتے ہوئے میں نے تیسری بوتل وہیں رکھ دی۔ پورے گیارہ بجے ڈرائیور Jimmy نے دروازے پر آکر دستک دی کہ باہر گاڑی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ خوشی اور مسرت کے ان لمحات کو مزید قیمتی بنانے کے لیے فوراً وضو کر لیا تاکہ جہاں موقع ملے اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو سکیں۔ باہر ٹویوٹا ہائی ایس کھڑی تھی۔ اس میں ہم دونوں کے علاوہ بارہ دیگر نوجوان تھے۔ ان کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے تھا۔ دورانِ سفر رسمی تعارف کے دوران جب انھیں ہمارے بارے میں علم ہوا کہ ہم پاکستان سے آئے ہیں تو گاڑی میں موجود تمام لوگوں نے تعجب کی نگاہ سے ہمیں دیکھا اور فوراً ہی وہ مخصوص سوال کیا جس کا سامنا پورے سفر میں بارہا ہوا کہ پاکستان کے حالات کیسے ہیں اور کیا ہو رہا ہے پاکستان میں۔

مولانا محمد ہاشم عارف ۔ کراچی

"کچھ نہیں ہو رہا ہے، سب ٹھیک ہے۔" عمر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"نہیں! میں نے تو کل ہی رپورٹ پڑھی ہے کہ پاکستان میں پچھلے چھ ماہ 1400 افراد مر گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ تو چھ ماہ کی بات کر رہے ہیں، ایک منٹ میں پوری دنیا میں ہزاروں لوگ موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا صرف پاکستان میں لوگ مرتے ہیں، باقی دنیا میں کوئی نہیں مرتا۔" میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

میری بات سمجھ کر وہ مسکرا کر رہ گیا۔

"یہ ہمارے میڈیا کا قصور ہے، ورنہ ٹارگٹ کلنگ دھماکے فائرنگ پوری دنیا میں کہاں نہیں۔"

"بالکل صحیح کہا! پچھلے دنوں لاس اینجلس میں فائرنگ سے پچاس افراد مر گئے۔"

امریکہ کے ایک رہنے والے نے میری بات کی تصدیق کی۔

ہر ملک میں میڈیا کے لیے کچھ اخلاقی قوانین موجود ہیں، لیکن پاکستان کا میڈیا تمام اخلاق اور پابندی سے عاری ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان پوری دنیا میں بدنام ہو رہا ہے۔

"ہم ابھی پاکستان سے آرہے ہیں، بلکہ کراچی کے رہنے والے ہیں۔ الحمدللہ اللہ کا شکر ہے، حالات بہتر ہیں، وہ چند مخصوص علاقے ہیں جہاں اکثر ہنگامے ہوتے ہیں، پورے کراچی میں ایسا نہیں ہے۔"

ہماری گاڑی سڑکیں سنسان ہونے کی بناء پر تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ بارہویں کے چاند کی وجہ سے رات بہت روشن تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف پہاڑ اور چاند کی روشنی میں چمکتی ہوئی ریت دعوتِ نظارہ دے رہی تھی۔

ان بارہ افراد میں ایک سے تعارف کے دوران انکشاف ہوا کہ وہ چھ ماہ سے مصر میں موجود ہے اور اس کے ساتھ جو اس کی ساتھی تھی، وہ بھی چھ ماہ سے مصر میں ہے۔ تقریباً سال بھر سے دنیا کے مختلف ممالک میں سیاحت فرما رہی ہیں۔

یہ بات سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اگر آپ سیاحت کے لیے آئے ہیں تو ایک ہفتہ زیادہ سے زیادہ دو ہفتے یا چلیں تین ہفتے لگا لیں۔ چھ ماہ کس بات کے لیے؟

وہ صاحب غالباً ناروے کے تھے۔ جب انھیں مزید کریدا گیا تو انھوں نے بتایا کہ مصر کے اس حالیہ مظاہروں میں وہ نہ صرف شریک رہے، بلکہ اپنے ایک امریکن دوست کو گنوا بھی چکے ہیں۔

ان کی اس بات سے ہمیں یہ گتھی سلجھانے کا موقع ملا کہ جب سے مصر میں صدر مرسی کی صورت میں اسلامی حکمران نصیب ہوا ہے، اس وقت سے اب تک پورا عالمِ کفر مصر کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ ایجنٹوں کے ذریعے ڈالروں کے انبار کے ساتھ مصر میں مصری حکومت کے خلاف بھڑکانے کی کوششیں جاری ہیں (اس سفر سے واپس آئے ہی تھے کہ مصر میں فوج نے حکومت پر قبضہ کر لیا) باتوں کے دوران کچھ دیر سیٹ سے سر لگا کر سونے کی کوشش کی تا کہ جتنا موقع مل رہا ہے، آرام کیا جائے، لیکن نیند تو گویا گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھی۔ بہرحال آنکھیں بند کر کے بیٹھا رہا۔ تین گھنٹے کے سفر کے بعد ہم جبلِ طور کے دامن میں موجود عیسائی گرجا گھر سینٹ کیتھرین کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ سینٹ کیتھرین گرجا گھر سے منسوب بہت سے من گھڑت قصے ہیں۔ ان کی ہمارے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ اس گرجا گھر میں ایک قدیم جھاڑی ہے اس سے یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دورانِ سفر جو آگ کی صورت میں نور نظر آیا تھا، وہ اسی جھاڑی پر نظر آیا تھا۔ اسی لیے اس جھاڑی کو برننگ بش (Buming Bush) یعنی جلتی جھاڑی کہا جاتا ہے، چونکہ یہ اس وقت بند تھی، لہٰذا واپسی میں اس کے اندر جانے کا طے ہوا۔

ہمارے گروپ کو ایک مقامی گائیڈ کے سپرد کیا گیا جو انگلش اور عربی زبان جانتا تھا۔ اس نے ہمیں سفر کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ پھر سوالات و جوابات شروع ہوئے۔ میں نے اپنے پچھلے تجربات کی روشنی میں سوال کیا کہ اوپر پانی دستیاب ہوگا تو جواب اثبات میں ملا کہ پانی ہر جگہ میسر ہوگا، لیکن خریدنا پڑے گا۔ اسی طرح میں نے ایک اور سوال کیا کہ چونکہ پہاڑی سلسلہ ہے اور چاروں طرف صحراء ہے تو کیا جنگلی جانور بھی ہوں گے۔ تو اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صرف FOX یعنی بھیڑیے ہیں، ان کے علاوہ کوئی جانور نہیں۔" یہ سنتے ہی سب کی سٹی گم ہو گئی۔

"آپ نے صرف FOX کہا تو یہ بھیڑیا ہی ہمارے لیے کافی ہے، ہمیں کسی اور جنگلی جانور کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔

اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"عام طور پر یہ "تنگ نہیں کرتے ہیں، راستے سے ہٹ کر ہی ہوتے ہیں۔"

یہ بات سن کر حوصلہ بڑھا اور سب کی جان میں جان آئی۔ اس کے بعد تمام لوگوں کو چلنے کا کہا گیا اور فرانسیسی زبان کا ایک لفظ، اکونو متاتا (Akoono Matata) نعرہ طے ہوا اس کا جواب عربی میں لَوُاَ دینا تھا۔ یہ ایک طرح کا ٹانک تھا جس کا کام ہمت بڑھانا اور تمام افراد کی موجودگی کو یقینی بنانا تھا۔

ہمارے گروپ میں چار صنفِ نازک بھی تھیں اور ایک چینی جوڑا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے کوشش کی کہ سب سے آگے چلوں، لہٰذا میں تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا گائیڈ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا، میرے ایک کندھے پر ڈیڑھ دو کلو کا DSLR کیمرہ 5D ،Mark 2 تھا۔ گلے میں Canon Sx 20is تھا جب کہ دوسرے کندھے پر تین لیٹر پانی کے علاوہ کھانے کا سامان تھا۔ جہاد کی نیت سے اس سامان کے ساتھ یہ مشکل مرحلہ طے کرنا تھا، مختلف جگہوں کے سفروں اور سفرناموں کے موضوع پر کتب کا مطالعہ کرنے سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے اور سمجھتا ہے۔ قرآنِ کریم میں عبرت حاصل کرنے کے لیے انسان کو سفر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ مغربی مصنفین نے سفر کی مشکلات کو آسان کرنے اور طوالت کو کم محسوس کرنے کے مختلف طریقے لکھے ہیں جو اکثر ناجائز باتوں پر مشتمل ہیں، لیکن ان سب کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے ذہن کو کسی ایسی جانب مشغول کریں جو آپ کی دلچسپی کی ہو تا کہ سفر سے آپ کا ذہن ہٹ کر دوسری جانب متوجہ ہو جائے، اس طرح آپ کو سفر کی مشکلات اور اس کے طویل ہونے کا احساس نہیں ہوگا، جب کہ ہم مسلمانوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ زندگی کے قدم قدم پر انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے راہنمائی موجود ہے۔ سفر کو آسان کرنے کا سب سے آسان طریقہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور احادیث مبارکہ میں موجود سفر کی دعائیں ہیں۔ ان دعاؤں میں مسافر کی بشری نفسیات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو ان پر اثر الفاظ میں سمٹ نہ آیا ہو۔

وہ دعائیں یہ ہیں:

ترجمہ: اللہ کے نام سے، میں اللہ کا سہارا لیتا ہوں، میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

اے اللہ! تو ہی میرے سفر کا ساتھی ہے اور تو ہی میری غیر موجودگی میں میرے گھر والوں، میرے مال اور اولاد کا محافظ ہے۔

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سفر کی مشقت سے، ایسے منظر سے جو غم انگیز ہو اور اس بات سے کہ جب میں اپنے گھر والوں اور مال و اولاد کے پاس آؤں تو بری حالت میں آؤں۔

یا اللہ! ہمارے لیے سفر کو آسان بنا دیجیے اور اس کی مسافت کو ہمارے لیے لپیٹ دیجیے۔ (جہاں دیدہ)

آیت الکرسی وغیرہ پڑھنے کے بعد قرآنِ کریم کی تلاوت سے اپنی زبان کو تر رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔

کوہِ طور پر پہنچنے کے لیے دو طرح کے راستے ہیں ایک Zig Zag کی صورت میں، دوسرا عمودی سیڑھیوں کی صورت میں۔ کسی بھی اونچائی کو طے کرنے کے لیے Zig Zag طریقہ بہت ہی معاون ثابت ہوتا ہے۔ ہمارا راستہ بھی Zig Zag تھا۔ زگ زیگ ٹیڑھے راستے کو کہتے ہیں۔ (بقیہ آیندہ ہفتے)

عذاب ہو رہا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے... اور یہ عذاب کسی ایسے گناہ میں نہیں دیا جا رہا جو بڑا ہو (یعنی یہ برا نہیں سمجھتے تھے) ایک تو پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پاکیزگی نہیں کرتا تھا (یعنی پیشاب کے چھینٹوں سے خود کو بچاتا نہیں تھا) اور دوسرا چغلی لگانے والا تھا۔

مفتی جمیل الرحمٰن ۔ بہاول پور

اس کے بعد رحمتِ دو عالم ﷺ نے ایک سبز ٹہنی لی، اسے درمیان سے چیر کر دو حصے کر دیا اور پھر دونوں قبروں پر ایک ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ کرام نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

"شاید ان کے خشک ہونے تک ان پر عذاب میں کمی آ جائے۔" (بخاری، مسلم)

کیسی شرمندگی

سارہ خالد۔ کراچی

احمد اپنا چھوٹا سا قلفی گھر دھکیلنے کے ساتھ ساتھ سائنس کے سوالات بھی یاد کر رہا تھا۔ سردیوں کی رخصتی کے ساتھ ہی گرمیوں نے پر پھیلانے شروع کر دیے تھے۔ قلفیوں، آئسکریموں اور شربتوں کا موسم اپنا رنگ جمانے لگا تھا۔ دوپہر کی گرم دھوپ کی تیزی کم ہوگئی تھی۔ شام اترنے لگی تھی۔ اس نے ماتھے سے لکیر کی صورت بہتا پسینہ صاف کیا اور اپنی دھن میں چلتے ہوئے کسی نئے علاقے میں داخل ہوگیا۔ اس کے ٹھیلے پر سائنس کی کاپی رکھی تھی جس سے وہ وقتاً فوقتاً سوالات یاد کرتا جا رہا تھا۔

اس نئے علاقے میں خوب صورت اور نفیس بنگلوں کی طویل قطاریں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ دفعتاً کئی لڑکے سائیکلوں پہ سوار شور مچاتے اس کے پاس سے گزرے تو اس کا دھیان ان کی طرف ہوگیا۔ وہ ارد گرد کا جائزہ لینے لگا تھا کہ وہی سائیکل سوار لڑکے دوبارہ اس طرف سے گزرے اور آگے جانے کے بجائے اس کے قریب آ کے گھیرا ڈال کے کھڑے ہوگئے۔

اب وہ اس سے قلفیاں خرید رہے تھے۔ وہ سب اس کے ہم عمر تھے۔ اس نے سر اٹھایا تو دائیں طرف کھڑے لڑکے کو دیکھ کے چونک گیا۔

"ارے معیز تم؟" اس نے حیرت اور خوشی کے ساتھ اپنے ہم جماعت کو دیکھا جو عجیب نظروں سے اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ اس کے اس طرح نام لینے پر معیز کے ساتھی چونک گئے اور سوالیہ نظروں سے معیز کو دیکھنے لگے۔

"تم اس علاقے میں رہتے ہو؟" احمد نے پھر پوچھا اور دوست کی طرف مسکرا کے قلفی بڑھائی۔

"ہاں! یہ میرا گھر ہے۔" اس نے فخر کے انداز میں سامنے والے خوب صورت دودھیا بنگلے کی طرف اشارہ کیا۔ ساتھ میں قلفی لینے سے انکار کرتے ہوئے اس نے اپنے ساتھیوں کو آنکھ کے اشارے سے چلنے کا اشارہ کیا۔ ان لڑکوں کے چہروں پہ لکھے تجسس بھرے سوال صاف نظر آ رہے تھے۔

"یہ کون ہے، تمھیں کیسے جانتا ہے؟" کچھ دور جا کے سب سے لمبے قد والا لڑکا با آواز بلند بولا۔

"اس قلفی والے کو تمھارا نام کیسے معلوم ہے؟" نیلی قمیص والے لڑکے نے قلفی چاٹتے ہوئے آنکھیں گھمائیں

"یہ میرے سکول میں ہوتا ہے۔" معیز نے مجبوراً انھیں بتایا۔

"کیا کرتا ہے یہ قلفی والا تمھارے سکول میں؟" ایک اور لڑکے نے احمد کی طرف دیکھے بغیر معیز سے پوچھا۔

تھوڑے فاصلے پہ کھڑے احمد کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔ اس کا خیال تھا کہ معیز اب انھیں اس کے بارے میں بتائے کہ سکول میں اس کی کیا پوزیشن ہے۔

"ارے بھئی یہ ہمارے سکول میں صفائی کرتا ہے۔ چھوڑو بھی اب اسے۔" معیز نے دھیمی آواز میں اپنے ساتھیوں کو مطمئن کرنا چاہا مگر اس کی آواز مارے جھنجھلاہٹ کے بلند ہوگئی تھی۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے چل دیا۔ احمد کے چہرے کا جوش اس کے الفاظ کے ساتھ ہی ہوا ہو گیا تھا۔ اس کی گردن جھک سی گئی۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔

گلی کے تمام گھر تاریکی میں ڈوبے سیاہ رات کا حصہ معلوم ہو رہے تھے۔ یقیناً بجلی گئی ہوئی تھی۔ وہ دن بھر کی مزدوری کے بعد دھیرے دھیرے قلفی گھر دھکیلتا اکھڑے پینٹ والے سبز دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے دروازے کے اوپر لگا کنڈا کھسکایا اور دروازہ دھکیل کے قلفی گھر سمیت اندر آ گیا۔

صحن میں بچھی چارپائیوں پہ سب سو رہے تھے۔ امی اس کی آہٹ پہ اٹھ کے باورچی خانے چلی گئی تھیں۔ اسے روزانہ واپسی میں دیر ہو جاتی تھی۔ وہ سست قدموں سے چلتا ہوا کمرے میں آ گیا۔ اندر آ کے کمرے کی اکلوتی میز پہ رکھا مٹی کا چراغ جلایا اور لباس تبدیل کر کے پیروں کے تلوے دبانے لگا۔ امی کھانا لے آئی تھیں اور محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے میرا بیٹا اداس سا کیوں ہے؟" اس کی چمکتی آنکھیں انھیں کچھ ویران سی لگی تھیں۔ وہ چند لمحے سوچ میں پڑ گیا کہ بتائے نہ بتائے مگر امی سے اپنی ہر بات کیے بغیر اسے چین بھی کب آتا تھا۔ کچھ دیر خاموشی سے نوالے توڑنے کے بعد رک کے اس نے ان سے آج کا سارا واقعہ کہہ دیا۔

ساری بات سن کے امی کی محبت بھری نگاہوں میں اور ڈھیر ساری محبت چھلکنے لگی۔ یہ ان کا بے حد حساس بیٹا تھا۔ سادہ اور معصوم۔ ان کے حالات ہمیشہ سے ایسے نہیں تھے۔ ایک وقت تھا جب اس کے ابا نے بڑے شوق سے اسے ایک بہت بڑے سکول میں داخل کروایا تھا اور خود سکول لے کے جاتے تھے۔ وہ خود ایک بہت اچھی نوکری کرتے تھے مگر پھر ایک دن دفتر کی طرف سے ایک زیر تعمیر عمارت کے معائنے کے لیے گئے اور چھت پر سے گر پڑے۔ ان کے کمر کے مہروں میں شدید چوٹ آگئی تھی۔ وہ بستر کے ہو کر رہ گئے تھے۔ اپنے ابا کی حالت دیکھ کے اس نے سب سے پہلے اپنے سکول کے تبادلے کا فیصلہ کیا۔ درخواست میں عذر بتانے کے ساتھ ساتھ تبادلے کی اجازت طلب کی مگر سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب اس کی ذہانت سے واقف تھے۔ انھوں نے اسے تبادلے سے روکا اور اسی سکول میں اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ باقی بہن بھائی بھی اسی سکول میں وظیفے پہ پڑھنے لگے۔

آمدنی کا ذریعہ بند ہوتے ہی اس نے مزدوری کرنے کی ٹھان لی۔ اب سکول سے واپسی پر وہ گرمیوں کی رنگ برنگی قلفیاں بیچتا اور سردیوں میں بھنی شکر قندی۔ لال، پیلی، جامنی، نارنجی، سفید، قوس و قزح کے سارے رنگوں کی قلفیاں اس کے اس چھوٹے سے قلفی گھر میں پائی جاتی تھیں۔

واپسی پہ وہ رات گئے تک سکول کا کام کرتا رہتا تھا۔

اس کی والدہ خیالات سے چونکیں، احمد کھانا ختم کر کے اب انگلیاں چاٹ رہا تھا۔ مٹی کے چراغ کی زرد روشنی میں اس کا اترا ہوا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ انھوں نے اس کی ہمت بندھانے کے لیے الفاظ جمع کیے اور بولیں:

"دیکھو بیٹا! تم محنت کر کے حلال روزی کماتے ہو۔ حلال پیسہ چاہے برتن مانجھ کے کمایا جائے یا پھیری لگا کے، بہت قابلِ فخر بات ہے۔ تم کوئی غلط کام نہیں کرتے جس کی وجہ سے تمھیں کسی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ وہ لڑکا جو تمھارا دوست ہے، یقیناً ناسمجھ ہے۔ اسے اس بات کا احساس نہیں، تبھی وہ ایسی بات کہہ گیا۔ اچھے بچے دل میں بات نہیں رکھتے، دوسروں کو معاف کر دیا کرتے ہیں۔ اب جب تم اس سے ملو تو اسے بتانا کہ میرے محنت مزدوری کرنے کی وجہ سے تم نے مجھ سے تعلق بتانا مناسب نہیں سمجھا، حالانکہ میں حلال روزی کماتا ہوں جس پہ انسان کو فخر کرنا چاہیے، شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔"

امی کافی دیر تک اسے سمجھا کے واپس چلی گئیں۔ احمد نے اپنے دل میں اطمینان اترتا محسوس کیا اور کتاب کھول لی۔ کھڑکی سے جھانکتا چاند اس کے مطمئن ہونے پہ خود بھی مسکرا دیا تھا۔

کلاس ختم ہوتے ہی اس نے کتابیں اٹھا کے بستے میں ڈالیں اور دعا پڑھ کے کلاس سے باہر آ گیا۔

"سنو!" پیچھے سے کسی نے اسے روکا۔ احمد نے رک کے دیکھا۔ وہ معیز تھا۔

"ہاں معیز کہو؟" اس نے ہمیشہ کی طرح مسکرا

نیوز چینل

کچھ ہفتوں کی غیر حاضری کے بعد ایک نئے پروگرام کے ساتھ آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں۔ اس دوران کچھ قارئین اگر پریشان ہوئے ہوں گے تو کچھ نے شکرانے کے نوافل بھی ادا کیے ہوں گے کہ چلو "خس کم جہاں پاک" مگر ہم قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم گیا وقت نہیں جو لوٹ نہ سکیں، بلکہ ہم تو کمبل کی طرح بچوں کا اسلام سے لپٹ چکے ہیں، اس لیے آسانی سے بچوں کا اسلام ہم سے جان نہیں چھڑا سکتا۔ اس بیان صفائی کے بعد چلتے ہیں تازہ ترین خودساختہ خبروں کی طرف۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اشتیاق احمد پر سرور مجذوب ہونے کا شبہ روز بروز زور پکڑتا جا رہا ہے اور قارئین اشتیاق احمد پر مسلسل قلمی تشدد کر رہے ہیں مگر اشتیاق احمد مسلسل اعتراف جرم سے انکار کر رہے ہیں۔ ہمارے غیر حاضر دماغ نمایندے نے قارئین کو تفتیش کا انداز بدلنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ پاکستانی پولیس کا رویہ اختیار کریں تو اشتیاق احمد نہ صرف سرور مجذوب ہونے کا اقرار کرلیں گے، بلکہ ضیاء اللہ محسن، آصف مجید اور شاہد فاروق ہونے کا اعتراف بھی کرلیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ نادیہ حسن ساجدہ بتول اور ماوراء گل ہونے کا اعتراف بھی کرلیں۔

ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ غیر حاضر دماغ نمایندے پر ضدی قسم کی شاعرانہ روح نے قبضہ کرلیا ہے اور اس ضدی روح نے دیگر شاعروں کی روحوں سے گن گن کر بدلے لینے شروع کر دیے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق یہ ضدی روح اچانک کسی خوب صورت شعر پر جھپٹتی ہے اور پھر اس شعر کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دیتی ہے۔ حال ہی میں مختلف رائٹرز کی پریشانی اور بے چینی کو دیکھتے ہوئے اس ضدی روح نے پروین شاکر کے شعر پر جھپٹا مار کر اس کا حال یوں کر دیا ہے۔

تحریر بھیجتے ہی اس کے چھپنے کی ضد کریں۔
رائٹر ہمارے عہد کے بے تاب ہوگئے۔

حفظِ ماتقدم کے طور پر تمام شاعروں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جب تک ضدی روح کا خاتمہ نہیں ہوجاتا، اس وقت تک اپنے شعروں کو دماغ سے باہر نہ آنے دیں، ورنہ کسی زخمی شعر کو طبی امداد فراہم نہیں کی جائے گی۔

ہمارے من گھڑت خبروں کے نمایندے نے ابھی ابھی اطلاع دی ہے کہ لیاقت علی تلمبہ کے خلاف ازخود نوٹس لے کر کارروائی شروع کر دی گئی ہے۔ تفصیلات کے مطابق گذشتہ دنوں انھوں نے اشتیاق احمد کو "آدھی لاش" بھیجی جسے اشتیاق صاحب نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس "آدھی لاش" کو ناقابلِ اشاعت کے قبرستان کے سپرد کر دیا ہے۔ اس موقعے پر غیر حاضر دماغ نمایندے نے حسب عادت معاملے میں ٹانگ اڑاتے ہوئے سوال اٹھایا ہے کہ لیاقت صاحب نے "آدھی لاش" تو اشتیاق صاحب کو بھیج دی جب کہ باقی "آدھی لاش" کہاں غائب کی۔ امید ہے کہ لیاقت صاحب سے بہت جلد باقی آدھی لاش بھی برآمد کرلی جائے گی۔ ہمارے غیر حاضر دماغ نمایندے ابھی تک سوچ سوچ کر "زندہ لاش" بنے ہوئے ہیں کہ کیا اشتیاق احمد "لاشوں کے سوداگر" ہیں جو لیاقت صاحب انھیں کبھی "لاش کا تحفہ" بھیجتے ہیں اور کبھی "آدھی لاش" بھیجتے ہیں۔

ہم قارئین کو بتاتے چلیں کہ لیاقت صاحب کی "سونے کی انگوٹھی" بھی کام نہیں آسکی۔ یاد رہے کہ ڈیرہ اسماعیل خان سے آئے ہوئے "ایک پاگل دو ڈاکو" بھی اشتیاق احمد کو متاثر نہ کرسکے۔ قارئین ابھی تک پریشان ہیں کہ گجرات سے آئی ہوئی "وہ کیا چیز تھی؟" جو ناقابلِ اشاعت کے کنویں میں جا گری۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اشتیاق احمد اور آصف مجید صاحب کے درمیان مقدمہ بازی شروع ہوگئی ہے اور کیس بچوں کا اسلام کی عدالت میں پہنچ گیا ہے۔ آخری اطلاعات کے مطابق اشتیاق احمد نے غیر حاضر دماغ نمایندے کو اپنا سرکاری وکیل مقرر کردیا ہے، چونکہ یہ بات مشہور ہے کہ سرکاری وکیل ہو یا سرکاری ملازمین اسے کوئی بھی خرید سکتا ہے، بلکہ چاہے تو بغیر خریدے ہی قبضہ کرسکتا ہے، اس لیے مخالف پارٹیوں نے غیر حاضر دماغ نمایندے سے رابطے شروع کر دیے ہیں اور فی الحال خریدنے کے لیے کوششیں جاری ہیں، لیکن آخری حربے کے طور پر قبضے کا پروگرام بھی ترتیب دے دیا گیا ہے۔ خفیہ اطلاعات کے مطابق غیر حاضر دماغ نمایندے نے مخالف پارٹیوں کی ہاں میں ہاں ملادی ہے، اس لیے خدشہ ہے کہ اشتیاق احمد یہ مقدمہ ہار جائیں گے اور مخالفین انھیں لاہور لے جانے میں کامیاب ہوجائیں گے اور اشتیاق صاحب ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق غیر حاضر دماغ نمایندے کا نور پور نورنگا میں موم بتیاں بنانے والی فیکٹری لگانے کا فیصلہ۔ تفصیلات کے مطابق جب سے ہمارے غیر حاضر دماغ نمایندے کو یہ خبر ملی ہے کہ نور پور نورنگا کے خواجہ نعمان طیب کا دل موم ہوگیا ہے۔ اس وقت سے انھوں نے بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے لیے ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیے ہیں۔ امید ہے کہ بہت جلد پھپھرہائل سے آگے گردہ موڑ کے قریب یہ فیکٹری قائم کر دی جائے گی۔ جگہ کم پڑنے کی صورت میں ایک دو پسلیوں کو اکھاڑ کر جگہ پوری کرلی جائے گی۔ اگر خواجہ صاحب کا دل تھر کے کوئلے کے ذخائر کی طرح بڑا ہوا تو نہ صرف ملکی سطح پر موم بتی کی ضرورت پوری کی جائے گی، بلکہ موم بتی کی برآمد کے لیے "غیر ملکی کمپنیوں سے بات چیت بھی کی جائے گی۔ دوسری طرف ایک خفیہ ٹیم خواجہ صاحب کی طرف روانہ کر دی گئی ہے۔ جو ان سے پتھر کو موم بنانے کا فارمولا حاصل کرے گی۔ اگر یہ ٹیم فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تو اس فارمولے کی مدد سے مدیر صاحب کے دل کو موم کیا جائے گا اور پھر بچوں کا اسلام کو مستقل طور پر باون صفحات کا کردیا جائے گا اور ردی کی بالٹی کو ایسے دفن کیا جائے گا جیسے مغل بادشاہ عالمگیر کے زمانے میں موسیقی کے آلات دفن کیے گئے تھے۔

آخر میں ہم قارئین کو بتاتے چلیں کہ آج کا نیوز چینل خبریں لکھنے کی نیٹ پریکٹس کے طور پر لکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ اگلے پروگرام سے باقاعدہ خبریں لکھنے کے میچ کا آغاز ہوجائے گا۔ اس وقت تک کے لیے اجازت دیجیے۔ اللہ حافظ!

محمد شاہد فاروق۔ ایم اے ایم ایڈ۔ پھلور

کے اس کا خیر مقدم کیا۔

"دیکھو احمد! تم ریڑھی لگانے کے علاوہ بھی تو کوئی کام کرسکتے ہو۔ کل میں تمہاری ریڑھی کی وجہ سے کسی کو تمہارے بارے میں بتا نہ سکا اور دیکھو میں نے کلاس میں کسی کو اس بارے میں ابھی تک نہیں بتایا ہے۔ اگر کسی کو پتا چل گیا تو سب تمہارے بارے میں پتا نہیں کیا کیا سوچیں گے۔" معیز کہتا چلا گیا۔

"کیا سوچیں گے؟ یہی ناں کہ میں مزدوری کر کے حلال روزی کماتا ہوں۔ اس میں شرمندگی کیسی؟ میری امی کہتی ہیں کہ محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ میرے محنت کرنے پہ اللہ نے مجھے اپنا دوست بنا لیا۔ مجھے بھلا اس سے بڑھ کے اور کیا چاہیے۔ تم بھی مت شرمندہ ہوا کرو۔" وہ معیز کی حیرت چھلکاتی نظروں میں نظریں ڈال کے مسکرایا اور سلام کر کے جانے کے لیے مڑ گیا۔

فرض شناس

''آپ کے لیے ایک اہم خبر ہے سر!'' انسپکٹر آفتاب کے نائب ارسلان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا، اس کا انداز بتا رہا تھا کہ اُس کے پاس جو خبر ہے، وہ زبردست ہے۔ انسپکٹر آفتاب نے زبان سے تو کچھ نہ کہا، لیکن توجہ اس کی طرف کرلی۔

''چند دن پہلے جو دو قتل ہوئے تھے، اس میں چودھری کے خاص کارندے جگو کا ہاتھ ہے۔'' ارسلان کے بتانے پر انسپکٹر آفتاب حیران رہ گیا۔

''کیا مطلب؟ کھل کر بتاؤ۔'' اس نے وضاحت چاہی۔

''سر آپ کو یہ تو علم ہے ہی کہ میں نے حویلی کے ایک ملازم کو وہاں ہونے والی گفتگو اور واقعات کی سن گن لینے پر لگا رکھا ہے۔ اس طریقے سے یہ سب کچھ معلوم ہوا ہے اور کچھ ثبوت بھی ملے ہیں۔'' ارسلان نے تفصیل سے ساری کارکردگی انسپکٹر آفتاب کو سنادی۔

''ہوں! یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور میں اسے تمہاری خلوص نیت کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ اگر جگو نے سچ اگل دیا تو چودھری بھی قانون سے نہیں بچ سکے گا۔'' انسپکٹر آفتاب نے کہا۔

''چودھری کے ظلم کی داستانیں کون بھول سکتا ہے سر! آپ تو نئے آئے ہیں، میں تو برسوں سے اس کی فرعونیت کے مظاہرے دیکھ رہا ہوں۔'' ارسلان نے تبصرہ کیا۔

''اللہ تعالیٰ ظالموں کی رسی بعض اوقات ڈھیلی کر دیتا ہے۔ تم یقین رکھو کہ چودھری کے لیے بھی یوم حساب آئے گا۔'' انسپکٹر آفتاب یہ کہتے ہوئے اسے کارروائی کے لیے ہدایات دینے لگا۔

○

انسپکٹر آفتاب بارہ سپاہیوں کی نفری لے کر چودھری جمال کے گوٹھ کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ ایک فرض شناس، دیانت دار پولیس افسر تھا۔ اسے یہاں آئے ہوئے ایک ماہ کا عرصہ ہوا تھا۔ یہاں چودھری جمال کے ظلم کی داستانیں مشہور تھیں، لیکن کوئی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے وہ عملی طور پر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ آج پہلا موقع تھا کہ وہ چودھری کا سامنا کرنے جا رہا تھا۔ وہ چودھری کی حویلی میں داخل ہوا تو چودھری کھڑا ہو کر پُرتپاک طریقے سے ملا۔

''ارے بابا انسپکٹر صاحب! میں آپ کی طرف آنے والا تھا ملاقات کے لیے۔ بیٹھو بابا کوئی چائے، لسی وغیرہ پیو۔''

''چودھری صاحب! میں بیٹھ نہیں سکتا۔ مجھے آپ کا آدمی چاہیے۔'' انسپکٹر آفتاب نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ارے بابا! اتنا غصہ اچھا نہیں ہوتا۔ آؤ بیٹھو آرام سے معاملے پر بات کرتے ہیں۔ چائے پانی سے شغل میلہ کرتے ہیں۔ ہم تو یاروں کے یار ہیں۔'' چودھری نے عیاری سے کام لیتے ہوئے کہا۔ انسپکٹر آفتاب نے چودھری کے کارندوں کی طرف دیکھا تو جگو بھی کھڑا تھا۔

''چودھری صاحب میں اس وقت جگو کو گرفتار کرنے آیا ہوں۔ میرے پاس ٹھوس ثبوت ہیں، بلکہ گواہ بھی ہیں۔ اس کے جرائم تو بہت ہیں، فی الحال میں اسے خیر دین اور اس کے بیٹے کے قتل کے جرم میں گرفتار کر رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر آفتاب نے جگو کو ہتھکڑی لگادی۔

فیاض احمد۔ خان پور

○

''ہیلو ایم این اے صاحب! کیسے مزاج ہیں؟'' چودھری نے اپنے علاقے کے قومی اسمبلی کے ممبر سے کہا۔

''حکم کرو سائیں! کیسے یاد کیا ہے؟'' ایم این اے نے دوستانہ لہجے میں جواب دیا۔

''ارے بابا! ہم تو عرض کرتے ہیں۔ کبھی آؤ ناں ہمارے گوٹھ، ہماری دعوت کھاؤ۔''

''ضرور سائیں، ضرور آئیں گے۔''

''اچھا بابا ایک کام ہے چھوٹا سا۔ ہمارے گوٹھ میں ایک جذباتی نوجوان انسپکٹر بن کر آیا ہے اور ہمیں قانون سکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہمارے ایک بے گناہ بندے کو پکڑ کر لے گیا ہے اور مار پیٹ کر رہا ہے۔'' چودھری نے خوب مکاری سے اپنی بات بیان کی۔

○

''انسپکٹر آفتاب! جگو کو چھوڑ دو، یہ میرا حکم ہے۔'' ایم این اے فون پر اس سے مخاطب تھے۔

''سر میرے پاس ٹھوس ثبوت ہیں۔ اس پر دو قتل کا الزام ہے۔'' انسپکٹر آفتاب نے جواب دیا۔

''مسٹر آفتاب! یہ میرا حکم ہے سمجھے تم۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔

''سوری سر! میں یہ نہیں کر سکتا۔'' اسی وقت دوسری طرف سے فون بند ہوگیا۔ انسپکٹر آفتاب نے ریسیور رکھ دیا۔ اگلے دن انسپکٹر آفتاب کی ٹرانسفر کے احکامات جاری ہو چکے تھے اور وہ ایک دور افتادہ گاؤں میں تھا۔ نیا آنے والا انسپکٹر سب سے پہلے حویلی جا کر چودھری کے پاس حاضر ہوا۔

''ارے بابا! بیٹھو کوئی چائے پانی کوئی شغل میلہ کرتے ہیں۔'' چودھری نے خوشامد سے کہا۔ موٹی توند والا انسپکٹر اور چند سپاہی بیٹھے چودھری کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا تھا جسے وہ چبانے میں مصروف تھے۔

محبت الٰہیہ کتب کا پیکیج

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

محبتِ الٰہیہ

2 عورت کے بندے
3 فتنہ انکار حدیث
4 بدعات مروجہ
5 نماز میں مردوں کی غفلتیں
6 نفس کے بندے
7 نماز میں خواتین کی غفلتیں
8 اسلام میں ڈاڑھی کا مقام
9 مرض وموت
10 اصلاحِ خلق کا الٰہی نظام

اصل قیمت
~~750/=~~
رعایتی قیمت
450/=

منی آرڈر روانہ فرمائیں
ڈاک خرچ مفت

کتاب گھر

السادات سینٹر بالمقابل دارالافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر 4، کراچی 75600
فون: 021-36688747,36688239
ایکسٹینشن: 211 موبائل: 0305-2542686

جیت کا داغ

ف، ح۔ کراچی

آج صبح ہی ماموں لندن سے واپس آئے تھے۔ ان کے آتے ہی گھر کی رونق میں اضافہ ہوگیا۔ اتنے سارے مہمان ملنے کے لیے آرہے تھے، ہمیں بہت مزہ آرہا تھا۔ بچوں کے لیے مزے مزے کی چیزیں اور نہ جانے کس کس نسل کے کھلونے دیکھ دیکھ کر ہمارے چہرے کی سرخی میں اضافہ ہورہا تھا۔

''آج تو اتنے مہمان ہیں، معلوم نہیں، رات کا وظیفہ ہوگا یا نہیں ہوگا۔'' حذیفہ نے کہا۔

''ابو سے کہیں کہ آج رہنے دیں۔'' میں نے کہا۔

''میں تو کروں گی وظیفہ۔'' فائزہ باجی نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ تو تھکتی ہی نہیں، ہم تو تھوڑی دیر میں ہی تھک جاتے ہیں۔'' میں اکتا گیا۔

''ارے بھئی! یہ تو محبت کی بات ہے، محبت میں اکتاہٹ نہیں ہوتی۔'' فائزہ باجی مسکرائیں۔

''لیکن کچھ اصول ہوتے ہیں، کبھی دل نہیں بھی کرتا، سیر پر جاؤ تو وہاں پر بھی عشاء کے بعد چادر پھیلاؤ اور شروع ہوجاؤ۔'' میں نے دل کی بھڑاس باجی کے سامنے نکال دی۔

باجی دھیرے سے مسکرادیں۔

جب نبی ﷺ کی توہین میں کفار نے فلم بنائی تھی، اس کے بعد ہمارے امام صاحب نے تقریر کی اور سب لوگوں سے کہا کہ اس بات سے ہمارے نبی ﷺ کو تکلیف ہوئی ہے، آپ سب لوگ گھر میں معمول بنائیں کہ روزانہ سب گھر والے مل کر ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کریں۔ بس اس کے بعد سے ہمارے گھر میں یہ وظیفہ شروع ہوگیا۔ اس مقصد کے لیے کھجور کی ایک ہزار گٹھلیاں گھر میں رکھی گئی تھیں۔ روزانہ عشاء کے بعد سارے گھر کے لوگ مل کر مختصر والا درود وسلام پڑھتے تھے۔ اس کے بعد ابو تعلیم کرواتے تھے۔ اس سارے کام میں پندرہ سے بیس منٹ لگتے تھے۔ شروع میں تو بڑے شوق سے یہ کام کرتا رہا، لیکن جب میں کبھی گیم کھیل رہا ہوتا ہوں، کبھی ناول پڑھ رہا ہوتا ہوں، کبھی ہوم ورک کررہا ہوتا ہوں تو میرے لیے پندرہ منٹ پہاڑ بن جاتے ہیں۔ کبھی اس بات پر دکھ بھی ہوتا ہے کہ میرے پیارے رسول ﷺ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں۔ میرے پاس اپنے نبی ﷺ کے لیے پندرہ منٹ بھی نہیں ہیں، لیکن گیم کا مزہ اور ناول کا سسپنس اور گپ شپ اور لطیفہ بازی کا مزہ ایک گندے نشے کی طرح مجھ پر چھا جاتا تھا۔

''ماموں جان! آج میرا دل چاہ رہا ہے کہ آپ ہمیں لندن کے واقعات سنائیں۔''

''بیٹا! اتنے واقعات سناؤں گا کہ تم سن سن کر تھک جاؤ گے۔ لیکن!''

''لیکن کیا! ماموں جان؟''

''لیکن یہی کہ وظیفے کے بعد۔'' میں کچھ نہ کہہ سکا۔

خاموشی سے وظیفہ ہوتا رہا، ماموں نے میری بیزاری بھانپ لی۔ وظیفے کے بعد ماموں نے اعلان کیا۔

''کل سے تین دن تک وظیفے میں جو سب سے زیادہ درود شریف پڑھے گا، اسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔'' یہ اعلان سن کر تو ہم سب بچوں کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔ اگلے دن صبح سے ہمیں عشاء کا انتظار تھا، مجھے ڈر تھا تو صرف فائزہ باجی سے کہ وہ روزانہ کم از کم تین سو مرتبہ درود وسلام ویسے ہی پڑھتی تھیں، اتنا ہی وظیفے کے دوران پڑھتی تھیں۔ ہم لوگ بہت کوشش کر کے پچاس، ساٹھ مرتبہ کر پاتے تھے۔

اگلے دن ہم سب بچوں کا ذوق اور شوق دیکھنے والا تھا۔ میں سب سے پہلے مسجد سے گھر پہنچا۔ وظیفے کے لیے چادر بچھائی، گٹھلیاں نکال کر رکھیں اور شروع ہوگیا، درود شریف پڑھتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ ماموں کو سائیکل کا کہوں گا، پھر خیال آیا، سائیکل تو ابو لے دیں گے، میں ماموں سے اپنی پسندیدہ ویڈیو گیم گھر میں لگوانے کا کہوں گا۔ پھر نبیل، خالد، کاشف میرے گھر آجایا کریں گے کھیلنے، مگر تھوڑی دیر میں اس خیال کو جھٹک دیا کہ ویڈیو گیم امی کو پسند نہیں ہے، شور مچائیں گی، اچانک ایک خیال اور آیا، ہوں! میں ماموں سے لیپ ٹاپ کا کہوں گا، پھر اس خیال میں رنگ بھرنے لگا، خوشی کے تاثرات بدلنے لگے۔

''ارے! ماشاء اللہ! آج تو فرقان نے ہمارے آنے سے پہلے ہی وظیفہ شروع کردیا۔''

ابو کی آواز نے میرے خیالات کو توڑ دیا، میں نے اپنے سامنے رکھی گٹھلیاں دیکھیں، جو تین سو سے زیادہ ہوچکی تھیں۔ دوسرے بہن بھائیوں کے منہ بن گئے۔ آج کے دن میں نے 55 مرتبہ درود شریف پڑھا تھا۔ عمران نے 15 مرتبہ پڑھا تھا۔ فائزہ باجی صرف 30 مرتبہ پڑھ سکی تھیں۔ نازیہ بہن تو صرف 15 مرتبہ پڑھ سکی، دوسرے بہن بھائیوں کی تعداد پر میں توجہ نہ دے سکا۔ اگلے دن میں نے پھر ایسا ہی کیا، لیکن یہ کیا، چھوٹی نازیہ اور فائزہ باجی مقابلے کے لیے پہلے سے تیار تھیں۔ ان کے سامنے کافی گٹھلیاں رکھیں تھیں، میں نے بھی آتے ہی کام شروع کردیا۔ فائزہ باجی بہت ہی آہستہ پڑھتی تھیں، اور نازیہ بے چاری تیز پڑھنے کی کوشش کررہی تھی۔ جب وظیفہ ختم ہوا تو آج بھی میری تعداد سب سے زیادہ تھی۔ تیسرے دن جب وظیفہ ختم ہوا تو سب نے اپنی تعداد لکھوائی۔ سب کو صاف نظر آرہا تھا کہ یہ مقابلہ میں جیتا ہوں۔ چند منٹ

Al-Beruni
Intermediate College
Affiliated with Board of Intermediate Education Karachi

اعلان داخلہ برائے I.Com Part I&II (2013-14)

نمایاں خصوصیات

☆ طلبہ کی بہترین تعلیمی اور روحانی تربیت ☆ تجربہ کار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ایم بی اے اساتذہ
☆ Accounting Softwares کی مکمل تربیت
☆ وسیع و عریض کھیل کا میدان

انٹر کامرس کے ساتھ ساتھ وفاق المدارس سے منظور شدہ درسات دینیہ کا 2 سالہ نصاب بھی پڑھایا جاتا ہے

شرائط داخلہ: ☆ میٹرک سائنس جنرل گروپ (کم از کم B گریڈ)

داخلے کا طریقہ کار

داخلے کا شیڈول

درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ
5 ستمبر 2013
8 ستمبر 2013
11 ستمبر 2013
15 ستمبر 2013
17 ستمبر 2013

رجسٹریشن ڈیسک سے رابطہ: البیرونی انٹرمیڈیٹ کالج احسن آباد، فیز 1، سیکٹر 4، کراچی

فون: 021-36880398 | 0321-2000259 | 0334-2659486

کے بعد ماموں نے سب کے سامنے فیصلہ سنایا۔

"آپ لوگوں کے گھر میں روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود وسلام کی یہ محفل بہت اچھی ہے۔ میں نے اپنے جس جس دوست کو بتایا ہے، میرے دوستوں نے لندن میں، پاکستان میں یہ محفل شروع کر دی۔ کچھ مغرب کے بعد فارغ ہوتے ہیں، کچھ عصر کے بعد، میرے دوستوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کو دفتر میں نماز اور کھانے کی ایک گھنٹے کی چھٹی ہوتی ہے تو اس میں سے 15 منٹ یہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا تھا جو بچہ اس میں سب سے زیادہ درود شریف پڑھے گا، اسے منہ مانگا انعام دیا جائے۔ آپ سب بچوں نے اس میں بھرپور حصہ لیا اور فرقان نے اس میں اتنا شوق دکھایا کہ یہ تین دن میں اتنا زیادہ درود شریف پڑھ گیا جتنا کوئی دوسرا نہ پڑھ سکا، لہٰذا فرقان کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ فرقان کا منہ مانگا انعام میں آج صبح ہی لا چکا ہوں۔" ماموں نے یہ کہا اور میز پر رکھے ہوئے لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا۔

"ک ک! کیا؟ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا میں لیپ ٹاپ مانگوں گا۔" میری چیخ ہی نکل گئی۔

"جب درود شریف پڑھتے ہوئے، تم بھی سوچو گے اور رات کو سوتے ہوئے بھی لیپ ٹاپ تمہارے دماغ میں چھایا ہو۔ سوتے ہوئے بھی لیپ ٹاپ کے خواب دیکھو گے اور سوتے سوتے بھی بولو گے تو ظاہر ہے، دوسروں کو معلوم ہوگا کہ تم کیا مانگو گے۔ درود شریف تو محبت سے پڑھا جاتا ہے جیسا فائزہ پڑھتی ہے، درود شریف پڑھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں، تصور میں روضہ اقدس ﷺ کے سامنے حاضر ہوتی ہے۔ آپ نے انعام جیتنے کے لیے اتنی محنت کی ہے، درود شریف سے رسول اللہ ﷺ کا دل جیت لیتے تو یہ کروڑوں لیپ ٹاپ سے بھی زیادہ بہتر ہوتا۔"

ماموں بولتے جا رہے تھے، جب کہ مجھے اپنے آپ سے گھن آ رہی تھی، کہ ظاہر میں میں جیت چکا تھا مگر میں مسلمانوں کے اندر کا وہ داغ تھا جو سب کو نظر آ رہا تھا۔ یہ جیت تو ایک داغ تھا جو میرے اوپر لگا، ورنہ اصل جیت کی چمک تو فائزہ باجی کی آنکھوں میں تھی جو نبی ﷺ کی محبت میں آنسو بہا رہی تھیں۔

انسپکٹر صاحب

محمد عبدالرحمٰن مظہر سرگانہ۔ باگڑ سرگانہ

پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی آئیں اور جامع مسجد کے پاس رک گئیں۔

ایس ایچ او کی ہمراہی میں بھاری نفری گاڑیوں سے برآمد ہوئی اور انھوں نے مختلف جگہوں پر پوزیشنیں سنبھال لیں۔

"کیا مسئلہ ہے جناب؟" دو بزرگ مسجد سے باہر نکلے اور ان میں سے ایک نے ایس ایچ او سے دریافت کیا۔

"آپ یہ بتائیں کہ مسجد میں لوگوں کا جمِ غفیر کس سلسلے میں ہے اور یہاں کیا پروگرام ہو رہا ہے؟"

"جناب!" ایک بزرگ آگے بڑھے اور کہنے لگے: "ختم نبوت ﷺ کے سلسلے میں کانفرنس منعقد کی جا رہی ہے اور ہم سب اہل علاقہ والوں نے اس کانفرنس کا انتظام کیا ہے۔"

"یہ کانفرنس نہیں ہو سکتی۔" ایس ایچ او نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"مگر کیوں نہیں ہو سکتی جناب؟" بزرگ نے دریافت کیا۔

اسی اثناء میں مسجد سے مزید لوگ بھی معاملہ جاننے کے لیے نکل آئے تھے مگر سپاہیوں کی مداخلت کی وجہ سے وہ ایس ایچ او کے نزدیک نہ آ سکے تھے۔

"یہ کانفرنس اس لیے منعقد نہیں ہو سکتی کہ آپ نے جن علماء کرام کو تقریر کرنے کے لیے بلایا ہوا ہے، وہ انتہائی اشتعال انگیز تقریر کرتے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ یہاں فرقہ وارانہ فسادات ہو سکتے ہیں۔"

انسپکٹر نے کانفرنس نہ کرنے کے بارے میں اپنی دلیل دی۔

"محترم جناب!" سفید ریش والے بزرگ آگے بڑھے:

"آپ ہمیں یہ بتائیں کہ یہ ملک ہم نے کس مقصد کے لیے حاصل کیا تھا؟"

"کیا مطلب جناب!" ایس ایچ او کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"میں بتاتا ہوں جناب کہ ہم نے یہ ملک حاصل کیوں کیا تھا۔" بزرگ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا اور ان کے چہرے پر ایک رعب وجلال پیدا ہو چکا تھا جسے دیکھ کر ایس ایچ او متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"ہم نے یہ ملک اس لیے حاصل کیا تھا کہ ہم اسے اسلام کی تجربہ گاہ بنا سکیں۔ ہم دنیا کو بتا سکیں کہ مسلمان ایک زندہ قوم ہیں اور اپنے دین کی خاطر مر مٹنے کے لیے تیار ہیں۔ مگر افسوس!"

بزرگ ایک لمحہ کے لیے رُکے، پھر کہنے لگے:

"ملک کی اسمبلیوں میں دولت کے پجاری گھس آئے جن کی وجہ سے ہمارے ملک کا ایک حصہ علیحدہ ہو گیا۔ ہم اپنا اسلامی نظام بھی نافذ نہ کروا سکے اور غلام بن کر رہ گئے۔"

بزرگ کا چہرہ رعب وجلال کی ایک تصویر بنا ہوا تھا اور ان کا لہجہ اتنا پُر اثر تھا کہ ایس ایچ او ان کی باتیں خاموشی سے سن رہا تھا۔

بزرگ کہہ رہے تھے:

"انسپکٹر صاحب! ختم نبوت ﷺ کا تحفظ ہر مسلمان پر فرض ہے اور آپ کو معلوم ہوگا کہ میدانِ حشر میں حضور ﷺ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہوگا، کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ خدانخواستہ اگر اس وقت ہادیِ عالم حضرت محمد ﷺ نے اللہ رب العزت سے کہہ دیا کہ یا اللہ! اس آدمی نے میری امت کو دین اور حق کی بات سننے سے محروم کیا، میرے صاحبِ علم امتی کو اپنی طاقت اور حکومت کے زور پر دین کی بات کہنے سے روکے رکھا، میں اس بندے کی سفارش نہیں کرتا تو جناب! سوچیں اس وقت اس بندے کا کیا حال ہوگا؟"

بزرگ کے سوالیہ لہجے کا ایس ایچ او کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بزرگ بولے:

"انسپکٹر صاحب! فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔" یہ کہہ کر بزرگ خاموش ہو گئے۔

ایس ایچ او نے سر اٹھا کر بزرگ کو دیکھا اور سپاہیوں کو اشارہ کرتے ہوئے خاموشی سے گاڑی میں جا بیٹھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے پولیس کی گاڑیاں جس طرف سے آئیں تھیں، اسی طرف روانہ ہو گئیں۔

ایس ایچ او کی خاموشی نے دنیا کے فائدے کی بجائے آخرت کی سزا نہ لینے کا فیصلہ کیا تھا اور اپنے اوپر فرقہ وارانہ سیاسی دباؤ ہونے کے باوجود ختم نبوت ﷺ کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد مسجد میں ختم نبوت ﷺ کانفرنس ہو رہی تھی اور پنڈال میں ختم نبوت ﷺ زندہ باد کے نعرے گونج رہے تھے۔

آمنے سامنے

☆ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ: شمارہ 577 میں پھر لیٹ، اوہ میرا مطلب ہے، الٹ پھیر پڑھ کر ہم بھی ہی ہی کرنے لگے۔ خاموش ہتھیار پر اسرار اور دلچسپ ہوتا جارہا ہے۔ گرتی دیوار میں ایک کمی تھی۔ بہتر ہوتا زونگ کے کنکشن کی بھی وضاحت کی جاتی۔ آج کل زونگ نیٹ ورک بھی بہت عام ہے۔ ریچھ میلہ سبق آموز تھی۔ رنگوں کے اندھے حیران کن تھی۔ اس بار نیوز چینل میں پروفیسر اسلم بیگ، حافظ عبدالجبار، افراح رابعہ اور انعم کی شامت آئی ہوئی تھی۔ چراغ کا اندھیرا بہترین کہانی تھی۔ (خولہ بنت قاری محمد شفیق۔ جھنگ صدر)

ج: بات دراصل یہ ہے کہ نیوز چینل کا اور شامت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

☆ دادا جان! کیا حال ہے آپ کا۔ شمارہ 576 کا سرورق بہت پسند آیا۔ دو باتیں پڑھ کر میں دھک سے رہ گیا، سالنامہ وقت پر شائع ہونا چاہیے تھا۔ مریم بنت عزیز الرحمٰن کی کہانی سو سالہ ایڈیٹر مزاح سے بھرپور تھی۔ پڑھ کر بہت مزا آیا۔ واقعات صحابہ کے قدم بہ قدم بہت ہی اچھا سلسلہ ہے۔ برہان الرحمٰن کی کہانی فاصلے پڑھ کر جذبہ ہمدردی بیدار ہوا۔ ف۔ ح انصاری کی کہانی تین نسلیں سبق آموز تھی۔ وفا قریشی کی تحریر زندگی ایک امانت نے جذبہ جہاد سے سرشار کیا۔ آج کل سرور مجذوب کی کہانیاں نظر نہیں آرہیں۔ لگتا ہے، دوبارہ انٹرویو دے کر تھک گئے ہیں۔ (بلال حمزہ۔ حسین احمد جھنگ سٹی)

ج: دوبارہ کیا مطلب! ان کا انٹرویو تو ایک بار ہی شائع ہوا ہے۔ ویسے آج کل وہ جذب کے عالم میں ہیں۔ باہر نکلیں گے تو کہانیاں لکھیں گے۔

☆ 577 سامنے ہے۔ گرتی دیوار، سونے کی زنجیر، شاگرد کی واپسی کہانیاں بہت پسند آئیں۔ بچوں کا اسلام میں یہ میرا پہلا خط ہے۔ (ثریا جمیل۔ روڈ و سلطان)

ج: آپ نے اچھا کیا۔ پہلا خط لکھ دیا۔

☆ پیارے انکل! ہم نے اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں کوئی خط لکھ کر دیں گی تو ہم ان کا خط آپ کو بھیج دیں گے۔ انھوں نے خط لکھے اور ہم نے بھیج دیے، لیکن وہ شائع نہیں ہوئے۔ وہ یہ خیال کر رہی ہیں کہ ہم نے انھیں یونہی ٹرخا دیا۔ ساتھ میں ہم نے ایک کہانی ایک پاگل دوڑا کو بھی ارسال کی تھی۔ (رشیقہ کلثوم۔ ڈی آئی خان)

ج: آپ کو تو پتا ہی ہے۔ ایسے سوالات کا جواب دینا کافی مشکل ہوتا ہے۔ ویسے سیدھی سی بات یہ ہے کہ خط میں کوئی قابلِ اشاعت بات ہونی چاہیے۔

☆ خطارے خط بہت پسند آئی اور یہ 572 کا کیا ہوا۔ ہماری تو خیر ہے۔ ذرا سی دیر کے لیے منہ پھلا کر رہ گئے، لیکن آپ کا کیا بنے گا۔ جب قارئین آپ پر برسیں گے۔ حافظ عبدالجبار جیسے آپ کو کب معاف کریں گے۔ (محمد اقبال۔ ماڈل کالونی۔ کراچی)

ج: مجھے معلوم ہے نا! جو برستے ہیں، وہ گرجتے نہیں۔

☆ بچوں کا اسلام بہت زبردست جارہا ہے۔ خطرناک دس بہترین ناول تھا۔ دو باتیں کا اپنا ایک مزہ ہے۔ کوئی اور طویل ناول شائع کریں۔ (عقیلہ سلطانہ، عظیم سلطانہ۔ ٹوبہ)

ج: ابھی تو خطرناک دس کی تھکن ہی نہیں اتری۔

☆ خاموش ہتھیار بہت سسپنس فل ہے۔ پتھر میں چھید، دو ٹکڑے، درندہ صفت انسان، ٹھنڈا گرم اور بلاعنوان زبردست کہانیاں تھیں۔ مسکراہٹ کے پھول نئے تھے۔ کیا اسلامی جنگیں کتابی شکل میں شائع ہوگئی ہے۔ (بنت افضال احمد عباسی۔ راولپنڈی)

ج: ابھی انتظار فرمائیں۔

☆ ماشاء اللہ! آپ کا رسالہ بہت اچھا جارہا ہے، ہم عرصہ دراز سے اس کے قاری ہیں۔ آج پہلی بار ایک نظم ارسال کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ امید ہے، شائع کریں گے۔ (محمد قاسم بن دلاور خان۔ رحیم یار خان)

ج: شائع تو کر دو۔ اثر جون پوری فوراً کہہ دیں گے۔ اس میں کوئی وزن نہیں تھا۔

☆ شمارہ 570 میں اثر جون پوری کی نظم میری امی اچھی ہیں، بہت دل کو لگی۔ خاموش ہتھیار بہت سنجیدہ رخ اختیار کر رہا ہے۔ یہ قسط تو حد درجے سسپنس فل تھی۔ سارہ الیاس صاحبہ کی کہانی پہلی پوزیشن بہت ہی زیادہ اچھی تھی۔ انتہائی سبق آموز تھی۔ سارہ جی تو میری پسندیدہ رائٹر بنتی جارہی ہیں۔ بچوں کا اسلام میں یہ بہت اچھا اضافہ ہیں۔ کہانی پڑھ کر مزہ آجاتا ہے۔

(بنت سیف الرحمٰن قاسم۔ گوجرانوالہ)

ج: سارہ الیاس واقعی بہت اچھا لکھتی ہیں، لیکن بہت کم لکھتی ہیں۔

☆ بچوں کا اسلام میں یہ میرا پہلا خط ہے۔ خط انتہائی لگن کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں۔ آج کے اس پرفتن دور میں دل کو تر و تازہ رکھنے کے لیے بچوں کا اسلام عظیم نعمت ہے۔ (مجتبیٰ غازی۔ کہروڑ پکا)

ج: شکریہ!

☆ میں اس رسالے کی خاموش قاریہ ہوں۔ بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام یہ دونوں رسالے ہی ہمیں اپنے گھر کا فرد لگتے ہیں اور جب تک یہ دونوں ہمیں مل نہ جائیں، ہمیں چین نہیں آتا۔ بچوں کا اسلام کے تمام لکھنے والے بہترین لکھ رہے ہیں۔

(اسریٰ طاہر۔ ڈسکہ)

ج: آپ نے ان دونوں کو گھر کا فرد بنالیا اور کیا چاہیے۔

☆ میں بچوں کا اسلام کی بہت پرانی قاریہ ہوں، لیکن خط پہلی بار لکھ رہی ہوں۔ شائع کر کے حوصلہ افزائی کریں۔ بچوں کا اسلام کی کیا تعریف کروں۔ یہ تمام رسائل میں ایسا ہے جیسے تمام پھولوں میں گلاب کا پھول جیسے تمام مہینوں میں رمضان کا مہینا۔ جیسے تمام کھانوں میں ثرید۔ (بنت سلطان محمد۔ تلہ گنگ)

ج: پہلا خط ہی شائع ہوگیا ہے۔

☆ میری عمر بارہ سال ہے۔ پہلی بار خط لکھ رہا ہوں۔ وہ بھی ڈر ڈر کے۔ ویسے کسی نے مجھے بتایا ہے کہ چچا اشتیاق مدرسے کے طلبا سے بہت پیار کرتے ہیں۔ وہ ضرور آپ کا خط شائع کریں گے۔ (محمد بلال علوی۔ لیہ)

ج: بات تو انھوں نے ٹھیک بتائی۔

☆ نیوز چینل ہر شمارے میں لگایا کریں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نیوز چینل ہمیں پسند نہیں، ان سے درخواست ہے کہ مجھے بھی پہلے اچھا نہیں لگتا تھا، لیکن آپ کے کہنے پر جب میں نے غور سے پڑھا تو اچھا لگنے لگا۔ (ربیعہ اصغر۔ گجرات)

☆ واقعات صحابہ کے بہت اچھا سلسلہ ہے۔ اس سلسلے کا یہ خط پڑھ کر دل میں جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مختصر پر اثر ہر شمارے میں دیا کریں۔ آپ کی دو باتیں پڑھ کر جی چاہتا ہے، ہم بھی آپ کے انداز میں دو باتیں لکھا کریں۔ (راشدہ غزل، محمد رمضان۔ پشاور)

ناقابلِ اشاعت

لینے کے دینے پڑ گئے راولپنڈی۔ تنخواہ دار استاد راولپنڈی۔ مضبوط فیصلہ؟۔ بائیکاٹ چنیوٹ۔ اللہ کی رائٹنگ چنیوٹ۔ بھوک ہڑتال راولپنڈی۔ کوئی تو ہے ملتان۔ آنا تو ہے وہ دن ملتان۔ اپنوں سے دور ملتان۔ قرض ٹنڈو محمد خان۔ خوفناک حقیقت کراچی۔ مردے بدریالی رود کہروڑ پکا۔ بزم ہم اور جوتا کہروڑ پکا۔ آخری خواہش حاصل پور۔ انوکھا سکول ایبٹ آباد۔ اپنی قبر ٹنڈو محمد خان۔ جن کا باباواہ کینٹ۔ ہائے ری گرمیاں واہ کینٹ۔

شگفتہ کنول۔ علی پور

- جتنی محنت انسان اپنی خامی چھپانے میں کرتا ہے، اتنی محنت سے وہ خامی دور بھی کی جاسکتی ہے۔
- وقت کی پابندی بیدار قوموں کا نشان ہے۔
- عقل مند انسان اپنے دوستوں میں خوبی تلاش کرتا ہے۔
- زندگی بغیر محنت کے مصیبت اور بغیر عقل کے حیوانیت ہے۔
- سب سے بڑا دشمن تیرا بُرا ہم نشین ہے۔
- خاموش آدمی پہاڑوں کی طرح بارعب ہوتا ہے۔
- جس گناہ سے نعمتوں کو زوال آتا ہے، وہ غرور ہے۔
- حقیقی دولت اسباب کی کثرت میں نہیں، قناعت میں ہے۔
- جب تک تیرا غصہ کرنا اور اترانا باقی ہے، اپنے آپ کو اہلِ علم میں شمار نہ کر۔
- مشکلات کا مقابلہ کرنے کا نام زندگی ہے اور ان پر غالب آجانے کا نام کامیابی ہے

مہربان کیسا

حافظ عبدالجبار۔ لاہور

ہم ایک کشادہ مکان میں رہائش پذیر تھے۔ دو کمرے، بڑا سا صحن، کچن اور باتھ، ہم تھے بھی خاوند بیوی۔ شادی کو پانچ سال ہو چلے تھے مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ مالک مکان کی ایک بڑی کوٹھی تھی۔ میرے میاں وہاں چوکیدار تھے۔ بل وغیرہ کی طرف سے بھی ہمیں بے فکری تھی۔ کرایہ بھی ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح کئی سال گزر گئے۔ ذہن میں ہمیشہ یہ بات رہتی تھی کہ کسی دن تو یہ مکان چھوڑ کر جانا ہی ہوگا۔ کون سا اپنا مکان ہے۔

مگر مختصر تنخواہ میں بمشکل دال روٹی چلتی تھی۔ نئے گھر کا سوچنا بھی ایک بے کار شغل تھا۔ یہ مکان مین روڈ پر واقع تھا۔ مکان کے مالک کو کسی نے مشورہ دیا کہ وہ اس مکان کو توڑ کر یہاں دکانیں بنالے۔ خوب کاروبار چمکے گا۔ مکان کے مالک نے دکانیں بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ ظاہر ہے، اب ہمیں مکان خالی کرنا ہی تھا۔ مہینے کی آخری تاریخیں تھیں۔ دوسرا مکان تلاش کرنے کے لیے ہمیں صرف 10 دن کا وقت دیا گیا۔ مجبوراً ہم نے مکان کی تلاش شروع کردی۔ مکانات کا کرایہ آٹھ دس ہزار سے کم کہیں بھی نہیں تھا۔ میاں کی تو کل تنخواہ آٹھ ہزار روپے تھی۔ اگر وہ مکان کے کرایے میں دے دیتے تو کھاتے کیا۔ میاں نے ایک پراپرٹی ڈیلر کو ساری صورت حال بتلائی۔

اس نے کہا: ”میری نظر میں کچھ مکانات ہیں۔ جن کا کرایہ تین چار ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ اپنی ملازمت سے کچھ وقت نکال کر شام کو کوئی کام تلاش کر لو۔ تمہارا گزارہ ہوجائے گا۔“

اگلے دن سویرے سویرے ہی میاں مکان دیکھنے چلے گئے۔ جب شام کو گھر واپس آئے تو کافی پریشانی میں تھے۔

”نہیں ملا مکان؟“

”مکان تو بہت ہیں مگر! ہمارے مطلب کا کوئی بھی نہیں ہے۔“ میاں نے تھکے تھکے انداز میں جواب دیا۔

”کیوں؟ مکان مہنگے ہیں کیا؟“

”مکان مہنگے تو نہیں ہیں، لیکن باپردہ نہیں ہیں۔ ایک ایک مکان میں کئی کرایہ دار مشترکہ طور پر رہ رہے ہیں۔ باہر کا دروازہ، صحن اور باتھ سب کا ایک ہی ہے۔ ہمارا گزارہ تو ناممکن ہے۔“

”اب کیا ہوگا؟“ میں نے گہرا سانس لیا۔

مکان خالی کرنے میں چند دن باقی تھے۔ بہت پریشانی تھی۔ قریب میں میرے ایک بھائی رہائش پذیر تھے۔ ان کے مالی حالات اگرچہ زیادہ اچھے نہیں تھے مگر زیادہ خراب بھی نہیں تھے۔ اچھا گزارہ ہو رہا تھا۔ وہ ہمارے پاس آئے اور کہا:

”محلے میں ایک گھر دیکھ کر آیا ہوں۔ بہت خوب صورت بنا ہوا ہے۔ باپردہ بھی ہے۔ مکان کا مالک بھی انتہائی شریف آدمی ہے۔“

”صرف پانچ ہزار روپے کرایہ ہے، کہیں تو بات کروں؟“

”بھائی جان! کیوں مذاق کرتے ہیں ہم غریبوں کے ساتھ۔ پانچ ہزار کرایہ دیں۔ بجلی اور پانی کا بل بھی دیں۔ کھائیں کہاں سے۔“

”آخر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ اللہ مدد کرنے والا ہے۔ کوئی حل نکل ہی آئے گا۔“

بھائی کے اصرار پر ہم مکان دیکھنے چلے گئے۔ مکان واقعی بہت اچھا تھا۔

”بھائی جان! مکان تو بہت اچھا ہے مگر! ہمارے لیے یہ مکان کرایے پر لینا بہت مشکل ہے۔ آپ کو تو سب معلوم ہے۔“

”آپ یہ مکان کرایے پر لے لو۔ ہر ماہ 2 ہزار روپے میں آپ کو دے دیا کروں گا۔ باقی بھائی سے کہیں، فارغ وقت میں چھوٹا موٹا کاروبار کرلو۔ گزارہ اچھا ہوجائے گا۔“

”آپ انہیں بھائی۔ آپ کی اپنی آمدنی بھی تو کم ہے اور پھر والد صاحب کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد امی اور چھوٹے بھائیوں کا خرچ بھی تو آپ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ آپ کے اپنے بھی بچے ہیں۔ اس طرح تو آپ تنگ ہوجائیں گے۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ یہ دو ہزار کی رقم آپ کو ایک اور صاحب دے رہے ہیں، غریبوں کے ہمدرد ہیں۔ بس اتنی بات ہے کہ وہ سامنے کبھی نہیں آئیں گے۔ انھیں تو آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے اور بس!“

ہم نے مکان کرایے پر لیا۔ ہر ماہ دو ہزار روپے ہمیں باقاعدگی سے مل جاتے تھے۔ میرے میاں نے شام کے وقت عطر اور خوشبو بیچنے کا کام شروع کردیا۔ کاروبار میں خوب ترقی ہونے لگی۔ ہم نے کچھ پیسے بچا بچا کر ایک کمیٹی ڈال لی۔ اس طرح پانچ سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس عرصے میں مزید تھوڑا سا قرض لے کر ہم نے اپنا ایک چھوٹا سا مکان خرید لیا۔ اس سارے عرصے میں ہم بھائی جان اور رقم فراہم کرنے والے اپنے محسن کو یاد کرکے خوب دعائیں دیتے۔ بعض دفعہ ہمیں یہ بھی پتا چلتا کہ بھائی جان نے اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے کسی سے قرض لیا ہے۔ ہم سامان اُٹھائے، نئے گھر میں منتقل ہوگئے۔ نئے گھر جا کر ہم بہت خوش تھے۔ بہت سارے لوگ نئے گھر کی مبارک دینے کے لیے آئے۔ ہمیں یہ خوشی اس وقت کچھ ادھوری ادھوری سی لگی جب ہم یہ سوچتے کہ جس انسان نے اتنے سال مسلسل ہماری خدمت کی ہے، وہ نامعلوم کون ہے؟ ہم نے بھائی سے بات کی: ”بھائی جان! ہمیں اس شخص کے بارے میں ضرور بتائیں جو اتنے سال ہم سے تعاون کرتا رہا ہے۔ ہم نئے گھر کی خوشی میں اس کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔“

ہماری اس بات کو بھائی ٹالتے رہے۔ ایک دن میں نے سخت اصرار کیا۔ میری بے تابی کو دیکھتے ہوئے انھوں نے اس شخص کو ہمارے نئے گھر میں لانے کی ہامی بھرلی۔

اتوار والے دن صبح سویرے میں نئے گھر کو سجانے لگی۔ کل اور آج کے حالات کا موازنہ کرکے میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

کتنا عظیم انسان ہے وہ۔ کتنا ہمدرد ہے غریبوں کا۔ آج کے دور میں کون کب کسی کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اتنا بے غرض کہ سامنے آنا بھی پسند نہیں کیا۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے ہی تو دنیا قائم ہے۔ خدا اُس کا بھلا کرے۔ میں دل ہی دل میں اسے دعائیں بھی دے رہی تھی۔ آخر وہ وقت آگیا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ میرے میاں نے لپک کر دروازہ کھولا۔ بھائی جان وقتِ مقررہ پر پہنچ چکے تھے، لیکن! وہ تو اکیلے تھے۔

”بھائی جان! مہمان کدھر ہیں؟“

”آپ مجھے اپنا مہمان نہیں سمجھتے؟“

”جی! آپ تو ہمارے مہمان ہیں ہی۔ میرا مطلب ہے، وہ شخص جس کی آج ہم نے دعوت کی ہے۔ کیا وہ نہیں آئے۔“ میں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔ میں نے دیکھا۔ بھائی کے ہاتھ اپنی آنکھوں کی طرف اُٹھ گئے تھے۔ وہ ہچکیاں لینے لگے۔

بہن! اتنے عرصے تک میں نے ہی آپ کو رقم مہیا کی تھی۔ میں تو اب بھی سامنے نہیں آنا چاہتا تھا مگر! اس راز سے پردہ اُٹھانے کے لیے آپ نے مجھے مجبور کیا۔ مجھے آپ کے نئے گھر کی خوشی ضرور ہے مگر آپ لوگوں کی خدمت کرکے مجھے جو روحانی خوشی ہوتی تھی، آج میں اُس سے محروم ہوگیا ہوں۔“

”آپ!“ میری حالت یہ تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ میری آنکھیں ساون بھادوں برسانے لگیں۔ میری زبان سے بے اختیار یہ نکلا:

”مہربان ہو تو ایسا۔“